انیس الجلیس

مولانا جلال الدین سیوطی

سنہ ۱۹۲۰ء

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا

خداتعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہو کہ اسی کے فضل سے نسخہ متبرکہ

انیس الجلیس اردو

مصنفہ

فاضل اجل عالم اعمل علامہ اکمل حضرت مولانا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

جناب مولوی غلام احمد خان صاحب دہلوی مترجم کتب تصوف وغیرہ

سنہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء

مالک مطبع مسلم پریس دہلی نے چھپوا کر شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم

اما بعد - میرے بعض دوستوں نے مجھ سے فرمایش کی کہ میں بطور تبرک کے اپنے علوم اور فنون سے ایک ایسی کتاب تصنیف کروں جو میرے بعد مسلمانوں کے واسطے نصیحت اور ناظرین کے لئے فائدہ اور راست سے خالی نہ ہو اور اس کے ذریعے اہل اعتبار کے سینے کھل جائیں جن کے دل ذکر الٰہی کے سنتے ہی بھر آتے ہیں اور جب آیات خداوندی ان کے روبرو پڑھی جاتی ہیں ان کا ایمان اور ایقان زیادہ ہوتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

پس میں نے اپنے احباب کی خواہش کو پورا کرنے اور ان کے مطلب کو موجود کرنے میں نہایت سرعت سے کوشش کی اور اس کتاب کو خدائے وہاب کے بھروسہ پر لکھنا شروع کیا خداوند کریم سے التجا ہے کہ جلد اس کے اتمام کی توفیق عنایت کرے۔ تاکہ ناظرین اس کے ذکر کے ساتھ رطب اللسان ہوں اور نعماے بہشت کی اس سدا بہار باغ سے خوشہ چینی کریں اہل ایمان کے دل اس کے فوائد سے منور ہو جائیں اور ناظرین کی دعا میری مغفرت کا باعث ہو یہی نیک نتیجہ اس تالیف سے مقصود ہے۔ کتاب سے بڑھکر کوئی وفادار انیس اور تنہائی کا مونس نہیں ہوتا بزرگان متقدمین اور سلف صالحین

منقول ہے کہ زمانہ میں کتاب سے بڑھ کر کوئی ہمنشین نہیں خدا کے فضل سے بھروسہ ہے کہ وہ اپنی حمایت سے جلد اس کتاب کو ختم کرا دے، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ میں نے اس کتاب کا نام انیس المجلس رکھا ہے اور بطور تبرک طاعت مقدم اور مہتم بالشان عبادت یعنی نماز کے بیان سے شروع کرتا ہوں۔

آپ کو معلوم ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے بندوں پر پانچ اوقات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں کیونکہ نماز تمام عبادتوں کی سردار ہے اور اسی کے ذریعہ سے بندوں کی کل حاجات پوری ہوتی ہیں اور بندہ اپنے مولیٰ کے ساتھ مناجات میں مشغول ہوتا ہے نماز ہی فلاح و بہبودی کا چراغ اور کامیابی کی کنجی ہے۔ اور اسی میں اولیاء کاملین کے واسطے معراج ہے اور یہی معرفت اور محبت اور درجہ مرضیہ اور حاجات مقضیہ ہے، یہی بہترین انیس اور قبر کے اندھیرے کا چراغ ہے جو اس کا تارک ہے وہاں تمام امور حسنہ سے محروم اور دونو جہان میں اول درجہ کا بدبخت ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز کا دین میں ایسا مرتبہ ہے جیسا بدن میں سر کا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ بغیر نماز کے دیگر اعمال کچھ فائدہ نہیں دیتے۔ جیسا کہ بدن بغیر سر کے کام نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ بغیر نماز کے کل اعمال مثل جسم بغیر سر کے ہیں۔

حکایت۔ کتب سیر میں مرقوم ہے کہ ایک عارف کامل سفر کو روانہ ہوئے اثنائے راہ میں ان کو ایک دریا پیش آیا جب انہوں نے کشتی میں سوار ہونے کا قصد کیا تو یکایک ان کی نظر دریائی جانوروں پر پڑی اور دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں، اس واقعہ سے ان کو بڑی حیرت ہوئی اور سمجھے کہ دریا میں کال پڑا ہوا ہے۔ انہوں نے ملاح سے اس کا سبب دریافت کیا۔ ملاح نے جواب دیا کہ ہم دس سال سے عرصہ سے دریا میں حیوانات کا یہی حال دیکھ رہے ہیں اور اسکی وجہ نہیں جانتے۔ یہ سنکر انہوں نے بارگاہ رب العزت میں مناجات کی اور اس راز کا انکشاف چاہا۔ ہاتف نے آواز دی کہ اسکی حقیقت اصلی یہ ہے کہ ایک روز ایک تارک نماز کا سمندر کی طرف گذر ہوا وہ پیاسا تھا اور یہ نہ جانتا تھا کہ سمندر کا پانی کڑوا ہوتا ہے۔ اس نے ایک گھونٹ

اس پانی کا اپنے منہ میں لیا اور کڑوا پاکر گلتا ہی سمندر میں ڈال دیا۔ اس کے اثر سے سمندر میں قحط ہو گیا ہے کہ جانوران دریائی ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں۔ اس مضمون کے مطابق ایک حکایت حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی ہے۔

حکایت جب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں بہت بے قرار ہوئے رات دن سوا حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال کے ذکر کے ان کا کوئی اور شغل نہ تھا۔ اور چاہتے تھے کہ ان کے حسن وہیئت کی تصویر اپنے مشاہدہ میں کھینچ لیں مگر اس امر پر قادر نہ تھے چنانچہ ایک روز اسی مشغولیت کے عالم میں انہوں نے کہا کہ میرے یوسف کا بے مثل حسن وجمال کہاں گیا اور میں اسکو کہاں تلاش کروں۔ ہاتف نے آواز دی کہ اے یعقوب تمہارے یوسف کے مانند بہت آدمی ہیں تمکو لازم ہے کہ ایسی ذات پاک سے محبت کرو۔ جو بے مثل و بے مانند ہے۔ جس کی ضد نہیں نہ اس کا کوئی وزیر اور نہ شریک ہے۔ لیس کمثلہ شیٔ وھو السمیع البصیر۔ کوئی چیز اسکی مثل نہیں ہے وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے عرض کیا کہ خداوندا ان لوگوں کی کیا پہچان ہے۔ جنہوں نے تجھ سے محبت کی اور ان لوگوں کی کیا نشانی ہے جو تیرے دشمن ہیں آواز آئی کہ اے یعقوب جو شخص نماز کا حریص اور اوسکی طرف راغب ہے وہ میرا دوست ہے اور جو نماز کا تارک یا اس میں سستی کرنیوالا ہے وہ میرا دشمن ہے۔ تارک نماز ہی کے حق میں یہ حدیث وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود و نصاری کو سلام کرو۔ اور میری امت کے یہودیوں کو سلام نہ کرو۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت کے یہودی کون ہیں فرمایا نماز نہ پڑھنے والے۔

حکایت۔ ایک دفعہ عیسی علیہ السلام کا کسی پہاڑ پر گذر ہوا۔ دیکھا کہ اس پہاڑ پر ایک بڑا شہر ہے نہایت آباد ہے جگہ جگہ باغ لگے ہوئے ہیں نہریں جاری ہیں۔ درختوں میں پھل بکثرت لگے ہوئے ہیں۔ غرضکہ خدا کی سب نعمتیں دنیاوی موجود ہیں سب لوگ اس شہر کے طاعت وعبادت الٰہی میں مشغول ہیں۔ اور اموال و مواشی اور ہر ایک نعمت

دنیاوی سے کافی حصہ رکھتے ہیں ان لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی بڑی تعظیم و تکریم
کی اور نہایت خاطر مدارات سے پیش آئے اپنے تمام مال اور اسباب کو آپ کے
سامنے پیش کیا مگر آپ نے اس میں سے کچھ قبول نہ فرمایا اور تشریف لے گئے۔
پھر تین سال کے بعد جو اسی طرف سے آپ کا گذر ہوا تو دیکھا کہ وہ تمام شہر اجڑا پڑا ہے
تمام باغ اور نہریں برباد ہو گئے ہیں نہ مساجد ہیں نہ مکانات ہیں اور نہ کوئی آدمی ہے
نہ جانور۔ عیسیٰ علیہ السلام حیران ہوئے اور خداوند تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے
پروردگار اگر عیسیٰ کی تیرے ہاں کوئی عزت ہے تو اس راز سے اسکو آگاہ کر کہ اس
شہر کے باشندوں نے کیا خطا کی جو یکایک سب کے سب برباد ہو گئے۔ کیا ان کو
نظر بد لگ گئی یا کسی نے انپر سحر کر دیا یا کسی دشمن نے انہیں برباد کیا یا تیری طاعت
و عبادت میں ان سے فتور ہوا جو یہ اس تباہی کے مستحق ہوئے اسی وقت جبرئیل
علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے عیسیٰ خداوند تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ
مجھے میری عزت و جلال کی قسم ہے کہ نہ تو یہ شہر جادو سے ہلاک ہوا ہے نہ نظر بد سے
اور نہ ترک طاعت سے ولیکن اسکی بربادی کا باعث یہ ہے کہ ایک روز ایک تارک صلوٰۃ
کا اس شہر میں گذر ہوا اور یہاں کے ایک چشمہ سے اس نے اپنا منہ ہاتھ دھویا پس
اے عیسیٰ اسکی نحوست سے یہ تمام شہر مع تمام آبادی باغات و انہار کے اجڑ گیا۔ دوستو!
جب نماز کا ترک کرنا دنیا کی خرابی کا باعث ہے تو خیال کرو کہ دین کی خرابی کا باعث
کیوں نہ ہوگا۔ اور تارک نماز کی خرابی اور بربادی اس کی ہلاکت کا حال عنقریب تم
آخرت میں دیکھ لوگے اور سقر جو دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ کا نام ہے نماز نہ پڑھنے
والوں سے پُر کیا جائے گا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے (دوزخیوں سے پوچھا جائیگا) کہ کس (عمل)
نے تمکو دوزخ میں داخل کیا وہ کہیں گے ہم نمازی نہ تھے۔

فصل حیثہ اصولی سوالات میں

سوال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ یعنی خشک

ہو گیا ہے قلم اس چیز کے ساتھ جو ہونے والی ہے ۔ مطلب یہ کہ جو کچھ ہونے والا ہے
سب کو لکھکر قلم خشک ہو گیا پھر امر و نہی اور رسولوں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے
سے کیا فائدہ تھا اور اس آیت کا کیا مطلب ہے کہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک
من ربک :-

جواب اس مسئلہ میں بہت سی وجوہات اور بہت سے علوم ہیں جس نے جان لیا
وہ تو ہدایت پر رہا اور جس نے نہ جانا وہ شک و شبہ میں گرفتار ہوا اور جو یہ کہتا ہے کہ
خدا اشیا کے پیدا کرنے سے فارغ ہو گیا ہے وہ ظاہر گمراہی میں ہے اور جس نے
حدیث موصوف جف القلم سے یہ مطلب سمجھا کہ خدا مخلوق کے پیدا کرنے سے فارغ
ہو گیا ہے وہ یہود کے مذہب پر ہے ۔ کیونکہ یہود اس آیت کو حجت لیتے ہیں ولقد
خلقنا السموات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام ۔ یعنی خدا فرماتا ہے کہ میں
سموات اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان سب کو پیدا کر کے چھ روز
کے اندر فارغ ہو گیا ہوں ۔ یہ عقیدہ کفر ہے ،

اس سوال اور اعتراض کا یہ جواب ہے کہ مدت معین میں کام کرے اور اس
سے فارغ ہونے والا الوہیت کے قابل نہیں ۔ کیونکہ جب وہ ایسا ہوگا تو متغیر ہوگا
اور تغیر یعنے عمل اور فراغت اور زمان اُس پر داخل ہو جائیں گے اور خداوند تعالیٰ
تغیر اور تبدل سے منزہ اور پاک ہے ۔ چنانچہ جیسا کہ وہ قلم کے پیدا کرنے سے
پہلے تھا ویسا ہی اس کے خشک ہونے کے بعد ہے ۔ اور اسکی صفات کبھی متغیر
نہیں ہوتیں اور نہ کبھی وہ فارغ ہوتا ہے کل یوم ھو فی شان ۔ ہر روز
وہ ایک نئی شان میں ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ کل اشیا اسی کے ارادے کے
ساتھ ہیں اور اسکی صنعت مخلوق کی صنعت سے مشابہت نہیں رکھتی جب
مخلوق کوئی چیز بناتی ہے خدا اس سے بہتر بناتا ہے اور کوئی شے یا حکم یا امر
یا عمل اس کے ارادے سے خارج نہیں ہے اور بندہ اس کے سامنے عاجز
ہے کبھی کسی بات پر قادر نہیں ۔ بندہ کی طاقت اس قسم کی ہے کہ لقمہ کو اٹھا کر منہ

میں رکھتا اور چباتا ہے مگر یہ اسکی طاقت سے باہر ہے کہ لقمہ میں لذت اور مزہ پیدا کر سکے ایسے ہی غلام کے مارنے پر قادر ہے مگر ضرب کے اندر درد پیدا کرنا اس کی قدرت سے باہر ہے۔ ہل جوتنا اور بیج ڈالنا اس کی اختیاری بات ہے مگر اسکو اگانا اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ عورت سے ہم صحبت ہونا اس کا کام ہے مگر جو لذت اس سے پیدا ہوتی ہے وہ اس کے اختیار میں نہیں بندہ میں یہ قدرت ہے کہ کسی چیز کی طرف نظر کرے مگر اس نظر میں رویت کا حاصل کرنا اس کی طاقت میں نہیں ہے غرضکہ بندہ کی ہر ایک صنعت میں خدا کی ایسی صنعتیں موجود ہیں جن سے بندہ عاجز ہے کیونکہ خدا حکمت اور کمال اور علم وجلال والا ہے اس کی قدرت کے واسطے زمان ومکان وغیرہ کسی چیز کی ضرورت نہیں چنانچہ اسکی بعض صنعتیں جو مخلوق کی صنائع سے مشابہت نہیں رکھتی ہیں میں بیان کرتا ہوں۔ اسی کی قدرت یہ ہے کہ وہ پانی کو مٹی اور مٹی کو پانی بنا دیتا ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے واسطے اس نے دریائے نیل کو پھاڑ کر مثل مٹی کے بنا دیا کہ ان کے پیر بھی اس میں تر نہ ہوئے اور ان کے ہمراہیوں سے کسی کے کپڑے تک نہ بھیگے اللہ فرماتا ہے۔ وانجینا موسیٰ ومن معہ اجمعین۱؎ اور پھر اس کے بعد دریا کو ویسا ہی پانی کر دیا جیسا کہ تھا یہاں تک کہ فرعون اور اس کا لشکر جو آپ کے پیچھے آرہا تھا۔ غرق ہو گیا چنانچہ فرماتا ہے ثم اغرقنا الاخرین۲؎ پھر دوسری جگہ خدا ہی نے مٹی کو پانی بنا دیا یعنی قارون کے واسطے جس کی شان میں فرماتا ہے فخسفنا بہ وبدارہ الارض۳؎ اور ایک اور جگہ مٹی کو آگ اور آگ کو مٹی بنایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے اور ابلیس لعین کو آگ سے پیدا کیا۔ پھر حضرت آدم کی مٹی ابلیس کے سر پر ڈالی اور اسپر لعنت کی اور ابلیس کی آگ یعنے نور عشق کی آگ سے حضرت آدم کا دل جلا دیا۔ ابلیس کے حق میں فرماتا ہے۔ وان علیک لعنتی الی یوم الدین۴؎۔ اور حضرت آدم کا قول ہے ربنا ظلمنا انفسنا الخ چنانچہ وہ اس ذلت سے مشرف ہوئے ان اللہ اصطفیٰ ادم اور اسی طرح آتش نمرود اور ذبح اسمعیل اور عصاء موسیٰ وغیرہ

۱؎ اور بچا دیا ہم نے موسیٰ اور ان کے تمام ساتھیوں کو ۲؎ پھر غرق کر دیا ہم نے دوسروں کو اور اس کے ساتھیوں کو ۳؎ پس دھنسا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں ۴؎ اور بیشک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک ۱۲ مترجم غلام محی غفرلہ

میں اس کی صفتیں ظاہر ہیں الہی کی صنعت سے رحم کی طرف بوست سے بدل
جاتی ہے فرماتا ہے۔ انه علی رجعه لقادر۔ اور اسی کی صنعت سے عورت کی
چھاتیوں میں دودھ پیدا ہوتا ہے۔ اور بچہ کو اس کے پینے کی رغبت ہوتی ہے۔
فرماتا ہے وهدینٰه النجدین۔ اور اسی کی صنعت سے طاعت میں قطعیت مثل
ابلیس کے اور معصیت میں معرفت مثل سحرۂ فرعون کے ظاہر ہوتی ہے۔ اب
یہاں سے پھر میں حضرت موسیٰ اور قارون کے قصہ کی طرف رجوع کرتا ہوں خدا
فرماتا ہے ولقد اتینا موسی الکتب یعنی دی ہم نے موسیٰ کو کتاب تورات۔ پس
موسیٰ علیہ السلام اسکو پڑھا کرتے تھے ایک روز جبرئیل علیہ السلام آپکے پاس آئے
اور کہا اے موسیٰ خدا آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کہ اپنی تمام قوم کو
جمع کر کے خود منبر پر چڑھو اور ان کو ہدایت کرو جو ہدایت کے لائق ہوگا وہ ہدایت
پاوے گا اور اس کو رحمت الہی نصیب ہوگی اور جو گمراہی کے لائق ہوگا وہ گمراہ
ہو کر سزا پاوے گا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے تمام بنی اسرائیل کو جمع کیا اور خود
منبر پر تشریف فرما ہوئے کہ ایک گھڑی کے بعد قارون بھی بڑے تزک اور احتشام
سے تکبر کرتا اور اتراتا ہوا آیا۔ چالیس خچروں پر اس کے خزانوں کی کنجیاں لدی تھیں
اور تین ہزار غلام عمدہ عمدہ گھوڑوں پر جن کے زین و لگام و رکاب سونے اور
چاندی کی تھیں سوار تھے اور ایسے ہی بیش قیمت مرصع کپڑا پہنے وہاں پہنچے ہوئے
تھے فرماتا ہے۔ فخرج علی قومه فی زینته۔

تنبیہ علما کی مجلس میں انکساری اور تواضع کیساتھ داخل ہونا چاہیے اگر اس طرح
داخل ہوں گے تو خدا تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہوں گے۔ اور اگر قارون کی طرح تکبر اور
نخوت کے ساتھ داخل ہوں گے تو [illegible] اور [illegible] کے سزاوار ہوں گے
کیونکہ جب قارون ایک مرتبہ حضرت موسیٰ کی مجلس میں آیا تو دنیادار [illegible] کی تعظیم
کے واسطے کھڑے ہوئے حضرت موسیٰ نے ان لوگوں کو منع کیا اور فرمایا کہ علما کی
مجلس میں تکلف نہیں ہوتا چنانچہ جن لوگوں نے حضرت موسیٰ کے ارشاد کی تعمیل کی

انھوں نے نجات پائی اور جو اسکی تعظیم بجا لائے وہ اس کے ساتھ زمین میں غرق ہوئے
پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو زکوۃ دینے کا حکم فرمایا قارون نے
جو حساب کیا تو زکوۃ کے لاکھوں روپے ہوتے تھے۔ اس قدر زر خطیر دیتے ہوئے اس کا
دل دکھا اور حضرت موسیٰ سے کہا کہ صاحب میں زکوۃ تو نہیں دیتا حضرت موسیٰ
نے فرمایا جو زکوۃ نہ دے گا وہ کافر ہے۔ اس بات سے قارون بہت خفا ہوا
حضرت موسیٰ کی طرف سے حسد اور عداوت اس کے دل میں بیٹھ گئی اور وہ اس
جستجو میں ہوا کہ کسی ترکیب سے حضرت موسیٰ پر تہمت لگا کر آپ کو بدنام کرے۔
چنانچہ ایک زانیہ عورت کو جس نے ایک چرواہے سے زنا کیا تھا اور حاملہ ہو گئی
تھی۔ چالیس اوقیہ سونا دینے کا وعدہ کر کے اس بات پر راضی کیا کہ وہ حضرت موسیٰ
سے کہے کہ تم نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ اور یہ تمہارا ہی حمل ہے۔ ایک روز
موسیٰ علیہ السلام وعظ و نصیحت کے واسطے منبر پر بیٹھے ہوئے تھے کہ قارون بھی
آیا اور کہا اے موسیٰ جس نے کسی شخص کو ظلم سے قتل کیا ہو اسکی نسبت تمہارا کیا
حکم ہے فرمایا قاتل کو قتل کرنا چاہیئے قارون نے کہا پس تم نے خون ناحق کیا ہے
وہ خون ناحق کرنا زکوۃ نہ دینے سے بڑھ کر جرم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا
میں نے ظلم سے کسی کو قتل نہیں کیا ہے بلکہ میں نے ایک کافر دشمن خدا کو قتل کر کے
مسلمان کو نجات دی تھی اور یہ قتل غزا ہے قارون نے کہا کہ میرا ایک اور بھی سوال
ہے کہ جس شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا ہو اور عورت اس سے حاملہ
ہو گئی ہو اسکی کیا سزا ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر زانی شخص کی شادی ہو چکی
ہے تو اسکو سنگسار کرنا چاہیئے اور اگر شادی نہیں ہوئی ہے تو اس کے دُرّے
مارنے چاہئیں قارون نے کہا تو اے موسیٰ تم کو سنگسار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ تم نے اس
عورت کیساتھ زنا کیا ہے اور یہ تم سے حاملہ ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا میں اس
تہمت سے بری ہوں تب وہ عورت کھڑی ہوئی اور کہا موسیٰ نے میرے ساتھ
زنا کیا ہے اور یہ حمل مجکو ان سے رہا ہے پس حضرت موسیٰ باوجودیکہ اس تہمت

بری تھے مگر شرمندہ ہوئے اور اپنا سر نیچا کر لیا بد خیال کرنا چاہئے جبکہ موسیٰ
علیہ السلام باوجود پیغمبر ہونیکے شرمندہ ہوئے تو پھر قیامت کے روز ہم لوگوں کا جو
از سرتا پا معصیت میں آلودہ ہیں کیا حال ہوگا۔ قصہ مختصر جب حضرت موسیٰ اس
تہمت سے پریشان ہوئے آپ نے بارگاہ الٰہی میں عجز سے عرض کیا کہ اے خدا اگرچہ
یہ لوگ میرے بری ہونے سے واقف نہیں مگر تو جانتا ہے اور میرے حال سے خوب
واقف ہے حکم ہوا کہ اے موسیٰ تم نے اپنا معاملہ ہمارے سپرد کیا اور اپنی حاجت ہمارے
سامنے پیش کی ہم اس امر پر قادر ہیں کہ پیٹ کے اندر جنین کو گفتگو کی طاقت عطا
کردیں کہ وہ زنا سے تمہارے بری ہونے کی گواہی دے تب حضرت موسیٰ نے فرمایا اے
قارون اگر یہ بچہ جو اس عورت کے شکم میں ہے میرے بری ہونے کی گواہی دے تم
اسکی گواہی منظور کرو گے قارون نے جواب دیا کہ اگر بچہ ماں کے پیٹ میں سے تمہاری
صفائی کرے اس حالت میں تم سچے ہوگے چنانچہ بچہ نے اپنی ماں کے پیٹ میں سے
فصاحت کے ساتھ کہا کہ فلاں چروا ہے نے میری ماں کے ساتھ فلاں صحرا میں فلاں
مقام پر زنا کیا تھا اسی مجامعت سے میں اپنی ماں کے پیٹ میں رہا ہوں موسیٰ خدا کے
نبی اور رسول ہیں وہ اس زنا کی تہمت سے بالکل بری ہیں اُنکا دعویٰ سچا ہے جب
بچے نے یہ گواہی دی حضرت موسیٰ خوش ہوئے اور قارون نہایت شرمندہ ہوا۔
نکتہ شریعت میں نابالغ کی گواہی درست نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ
سے جنین کو گویا کرکے اپنے نبی کو بتایا کہ وہ شرمندہ ہونے سے بچا یا اس سے یہ
اُمید قوی ہے کہ رب العزت جو خود اُمت محمدیہ کا گواہ ہے قیامت کے روز اس
اُمت مرحومہ کو دوسری اُمتوں کے سامنے ہرگز شرمندہ نہ کرے گا فرماتا ہے۔
كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اُسکی رحمت سے بعید نہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو
قیامت کے روز دوزخ سے نجات دیکر جنت میں داخل کرے کیونکہ اس کا فرمان
ہے نَبِّئْ عِبَادِیْ اِنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ آخر جس عورت نے حضرت موسیٰ پر تہمت
لگائی تھی وہ برباد اور ہلاک ہوئی اور قارون بھی اپنا تمام مال سمیت ہوئے

زمین میں دھنس گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص جھوٹی گواہی دیتا ہے وہ اپنا
دین اور مذہب برباد کرتا ہے القصہ جب یہ عورت شرمندہ ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے سامنے سے اپنے مکان کو واپس ہوئی وہ شخص اسکے پیچھے گئے اور اسکے گھر میں
جاکر دیکھا تو کوئی چیز اسکے ہاں موجود نہ دیکھی کیونکہ زنا سے فقر پیدا ہوتا ہے حضور صلعم
نے فرمایا ہے زنا کرنے والے فقر کیساتھ مقہور ہیں اور جس مکان میں زنا ہوتا ہے برکت
اُس مکان سے جاتی رہتی ہے اسکے بعد یہ دونوں شخص اس عورت کو ساتھ لیکر حضرت
موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس تہمت لگانے کی حد جاری
فرمائیے آپ نے فرمایا ابھی نہیں جب یہ وضع حمل کر چکے گی اسوقت حد جاری کیجائیگی
کیونکہ یہ عورت گنہگار ہے۔ مگر اس کا بچہ معصوم ہے۔ غور کرنا چاہئیے جبکہ ایک
زانیہ عورت نے بچہ کے طفیل عقوبت سے مہلت پائی تو کیا عجب ہے کہ گنہگار ایمان
کے طفیل عذاب الٰہی سے نجات حاصل کر لیں چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ
جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

مسئلہ شریعت کا حکم ہے کہ جب زنا ثبوت پاجائے اور زانی محصن ہو تو اسکو سنگسار
کرنا چاہیئے اور اگر محصن نہ ہو تو اسکے سو درے لگائے جائیں کیونکہ زانی سے دو گناہ
کا فعل صادر ہوا ہے اور گناہ جب کوئی نالائق حرکت کرتا ہے تو بڑی
خفت کی وجہ سے اسکو شرمانا آتا ہے اور جب وہ گئے سے بیہودہ حرکت ہوتی ہے تو اسکی خبر
دیتے ہیں پس زانی قتل کئے جائیں اور گناہ کے سبب اس پر شفقت نہ کرنی چاہیئے۔

سوال جب زنا ثابت ہو جائے تو کیا زانی پر فوراً ہی حد قائم کیجائے یا اسکو مہلت دیں۔
جواب جب حد رجم ہو تو فوراً ہی اسکو سنگسار کر دینا چاہیئے مگر جبکہ عورت حاملہ ہو تو
فوراً اسپر حد نہ قائم کیجائے یہاں تک کہ وضع حمل کرے اور اگر زنا کی سزا میں درے
لگنے ہیں اور وہ شخص بیمار ہے یا عورت نفاس کی حالت میں ہے تو اسوقت اسپر حد
جاری نہ کیجائے یہانتک کہ مریض تندرست ہو جائے اور عورت نفاس سے پاک ہو
کیونکہ درے مارنے سے مقصود تادیب اور تخویف ہے نہ ہلاکت اور رجم سے قتل کرنا

مقصود ہے لہذا رحم کے اندر مریض اور تندرست یکساں ہیں کیونکہ مریض کا قتل کرنا تندرست کے قتل کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

بہجۃ التعقل اب ہم ذبح بقرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کیطرف رجوع کرتے ہیں جب بنی اسرائیل نے اس کے پیٹ میں سے بچہ کی گواہی سنی تو جو لوگ اہل ایمان تھے اور جنکو خدا کیطرف سے توفیق عنایت ہوئی تھی انھوں نے تو اسکی تصدیق کی اور جنکے دلوں میں نفاق تھا وہ کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اسیطرح وعظ کی مجلس میں جن لوگوں کو توفیق ہوتی ہے وہ گناہوں سے توبہ اور استغفار کرتے ہیں اور جو مردود ہیں وہ گناہوں پر اصرار ہی کئے جاتے ہیں۔

نکتہ اسی مجلس میں ایک عورت بھی حاضر تھی اور اس نے اپنے دل میں یہ نیت کی تھی کہ اگر حضرت موسیٰ سے کوئی معجزہ ظاہر ہوا اور میری نیت کے موافق آپ نے گفتگو کی تو میں آپ پر ایمان لے آؤنگی اور اس عورت کو جذام کی بیماری تھی اور جب حضرت موسیٰ کوئی بات فرماتے تھے تو یہ آپ کی تصدیق کرتی تھی پھر جب یہ معجزہ حضرت موسیٰ سے ظاہر ہوا تو اس عورت نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کیطرف اٹھا کر گواہی دی کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُوْسٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ پس یہ کہتے ہی جذام کی بیماری اس سے دور ہوگئی پس جبکہ ایک مشرکہ عورت نے ایک دفعہ مجلس علم میں حاضر ہونے سے ایمان اور معرفت کی دولت پائی اور جذام کی علت اس سے دور ہوگئی تو اگر مجلس وعظ کے حاضرین معرفت اور مغفرت حاصل کریں اور معصیت کی علت ان سے دور ہو تو کیا عجب ہے حالانکہ یہ لوگ اہل ایمان ہیں وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ پھر جب قارون نے نافرمانی کی اور حضرت موسیٰ کا حکم نہ مانا اور زکوٰۃ نہ دی حضرت موسیٰ نے خداوند تعالیٰ سے عرض کیا اسیوقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے موسیٰ خداوند تعالیٰ نے زمین کو تمہارا فرمانبردار کیا ہے تین روز تک تب حضرت موسیٰ نے زمین کو حکم فرمایا کہ قارون کو پکڑلے چنانچہ قارون کے تمام محلات میں ایک زلزلہ آیا اور وہ مع اپنے تمام مکانوں اور خزانوں کے زمین میں دھنس گیا اور

سات سو نوکر چاکر بھی اسکے ساتھ خسف ہوئے انھیں میں ایک مسلمان عورت کا خاوند بھی تھا جب عورت نے دیکھا کہ سینہ تک دھنس گیا ہے تو اس نے دعا کی کہ خداوند بحرمت میرے ایمان اور اسلام اور بحرمت مجلس موسیٰ علیہ السلام کے میرے خاوند کو اس آفت سے نجات دے۔ چنانچہ بحکم الہی اسیوقت اسکے خاوند نے نجات پائی اور زمین نے اسکو چھوڑ دیا۔

نکتہ اس خدام والی نو مسلمہ عورت نے اپنے خاوند کے واسطے دعا کرنے میں دو باتوں کو وسیلہ گردانا تھا ایک تو اپنے ایمان اور معرفت کو اور دوسرے حضرت موسیٰ کی مجلس وعظ و نصیحت کو اور اسکے خاوند کو نجات نصیب ہوئی پس یہ گنہگار جو تم کو نصیحت کرتا ہے تمھاری نجات کے واسطے خدا کے حضور میں پانچ چیزوں کو شفیع گردانتا ہے الہی بحرمت اس مسجد کے جو مومنوں کی عبادت کے واسطے بنائی گئی ہے اور بحرمت تیری کتاب کے جو قران مبین ہے اور بحرمت اس منبر کے جو خاتم النبیین کا مقام ہے اور بحرمت ماہ رمضان کے جس میں تو نے قرآن شریف پہلے آسمان پر نازل کیا ہے اور بحرمت اس قطرۂ آب کے جو گنہگاروں کی آنکھ سے ندامت اور توبہ کے وقت بہتا ہے۔ ان لوگوں کو قیامت کے روز کی تکلیفوں سے نجات دے اور عذاب قبر سے امن میں رکھ اور دوزخ سے رہا فرما اور جنت میں اپنے فضل و کرم سے داخل کر اور اے ارحم الراحمین ان لوگوں کو اپنے دیدار کے لائق بنا۔

سوال حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے خداوند تعالی سے دنیا دی سلطنت اور نعمتوں کا کیوں سوال کیا جس کا اس آیت میں ذکر ہے رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝ - جبکہ مطلوب آپ کا دنیا تھی تب آپ نے رب اغفر لی کیوں کہا۔

جواب سلیمان علیہ السلام نے دنیا کو ایک بیوہ عورت کی خاطر سے طلب کیا تھا جسکا قصہ اسطرح ہے کہ سلیمان علیہ السلام ابتدائی زمانہ میں نہایت فقیر تھے ایک روز جبرئیل علیہ السلام آپکے پاس آئے اور کہا اے سلیمان خداوند تعالی آپکو سلام کے بعد فرماتا

ہے کہ ایک بیوہ عورت جسکے پاس کئی یتیم بچے ہیں فلاں جگہ رہتی ہے اسکے ساتھ آپ
سلوک کریں اور اسکی دنیاوی حاجتیں پوری کیا کریں کیونکہ خدا کے ہاں اسکا بڑا مرتبہ
ہے حضرت سلیمان نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ خداوندا تو جانتا ہے کہ میں فقیر ہوں دنیا
کی کوئی چیز پاس نہیں رکھتا ہوں تو مجھکو سلطنت عنایت کر تاکہ میں اسکے ساتھ سلوک
کروں ندا آئی کہ اے سلیمان جو کچھ تم مجھسے مانگوگے میں تم کو دونگا کیونکہ میں بڑا بخشنے
والا رزق دینے والا اور تمام عالم سے بے پروا ہوں حضرت سلیمان نے عرض کیا کہ
خداوندا میں دنیا و آخرت دونوں کو طلب کرتا ہوں اور عرض کیا رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ
لِي مُلْكًا - اور اس جواب میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا سَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ - اور تمام
جن وانس کو ان کا مسخر کیا چنانچہ بعض شیاطین آپکے واسطے سمندر میں سے غوطہ
لگا کر موتی اور جواہرات نکالتے تھے پھر حضرت سلیمان نے حضرت جبرئیل سے دریافت
کیا کہ وہ بیوہ کس جگہ رہتی ہے انہوں نے پتا بتایا تب صبح ہی حضرت سلیمان اسکے مکان پر
پہونچے دیکھا کہ وہ عورت بدن برہنہ پڑی ہوئی ہے اور بڑی بیٹی کا سر اسنے دائیں
بازو پر اور چھوٹی کا سر بائیں بازو پر رکھ چھوڑا ہے اور وہ دونوں زمین میں بغیر اوڑھنے
بچھونے کے برہنہ پڑی ہوئی ہیں عورت کے دونوں ہاتھ زخمی ہیں مگر بیٹیوں کے آرام
کی خاطر نہیں ہٹاتی صبر کے ساتھ بیٹھی ہے کنکر اور مٹی اسکے بدن پر چبھ رہی ہیں لڑکیاں
روتی ہیں کوئی کہتی ہے ہمارا باپ ہوتا تو ہم کو کھانا کھلاتا اور کوئی کہتی ہے ہمارا باپ ہوتا
تو ہم کو کپڑے پہناتا حسرت کے آنسو دونوں کی آنکھوں سے انکے نازک رخسارہ پر بہہ رہے
ہیں کہ اتنے میں حضرت سلیمان اسکے گھر میں پہونچے اور فرمایا اے مسکینہ تیرے خاوند نے
کب انتقال کیا کہا ڈہائی برس ہوئے. فرمایا تونے دوسرا نکاح کیوں نہ کیا عرض کیا کہ ان
بیٹیوں کی وجہ سے کیونکہ غیر شخص ان پر رحم نہ کریگا اور میں انکی خدمت میں مشغول
ہو کر انکی تربیت سے غافل ہو جاؤنگی مگر اب میں عجب مشکل میں پھنسی ہوں کہ نہ ان کے
سبب سے بھوک پیاس پر صبر کر سکتی ہوں اور نہ غیر شخص کے سامنے انکی حالت دیکھ سکتی
ہوں پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے اور میری عاجزی حد سے بڑھ گئی ہے اسلئے اب خاوند کرنا

غرض وہ بیوہ اسی حالت کو پہنچی تھی کہ حضرت سلیمان کا دل دہل گیا اور آپ کو نہایت رحم
آیا اور آپ نے دعا مانگی الٰہی مجھکو سلطنت عنایت کر چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا
قبول کی دوسرے روز آپ نے دو حمالوں کے سر پر جواہرات کی گٹھڑی رکھ کے
اس بیوہ کے گھر روانہ کیں اور خود بھی تشریف لائے دیکھا کہ اسکے دروازے پر چند
لوگ جمع ہیں آپ نے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس بیوہ سے شادی کرنے
آئے ہیں پھر حضرت سلیمان بھی ان لوگوں کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہو گئے ان
لوگوں کو دیکھکر بیوہ سے اسکی بیٹیوں نے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں آئے ہیں بیوہ نے
کہا کہ اے میری پیاری بچیو اب پانی سر سے اونچا ہو گیا اور فقر فاقہ کی حد نہیں
رہی اسواسطے ہم نے شادی کا ارادہ کیا ہے لڑکیوں نے جو یہ سنا چیخیں مار مار
کر رونا شروع کیا کہ ہائے ہمارا باپ ہائے ہماری کیا حالت ہو گئی ہائے ہماری بدنصیبی
در بدر ہوائی ہوئی اب ہماری ماں بھی ہم سے جدا ہو جائیگی اور کوئی ہم سے
محبت سے بات نہ کریگا ہائے ہمارا کوئی مونس و غمخوار نہیں ہائے ہمارا کوئی
یار و مددگار نہیں ماں نے جب یہ حالت لڑکیوں کی دیکھی اور یہ باتیں سنیں تو فوراً
شادی کے کپڑے اتار ڈالے اور لوگوں سے کہدیا کہ میں نے آج سے خاوند اپنے
اوپر حرام کیا میں ہرگز اپنی بچیوں کو ناراض کر کے شادی نہ کرونگی تم لوگ واپس
چلے جاؤ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے اور حضرت سلیمان نے جواہرات کی دونوں گٹھڑیاں
اس بیوہ کی نذر کیں چنانچہ اس نے اپنی حالت درست کی اور خدا پر بھروسہ کرنے کا نتیجہ
اسکو مل گیا اسی طرح جو کوئی خدا پر بھروسہ کرتا ہے خدا اسکو ضائع نہیں کرتا کہتے ہیں کہ انہیں
جواہرات سے بیت المقدس کی عمارت تعمیر ہوئی ہے اے عزیز جو کوئی خدا پر بھروسہ کر کے
یتیموں اور بیواؤں کی خدمت کرتا ہے خدا اسکی محنت کو رائگاں نہیں کرتا وہ فرماتا ہے
کہ جو کوئی خدا پر بھروسہ کرتا ہے خدا اسکو کافی ہے۔

مثل ۔ کتا جب منہ میں ہڈی لیکر پانی کے کنارے پہنچتا ہے اور پانی کے اندر اسکو
اپنا عکس دکھائی دیتا ہے تو وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ اسکے منہ میں سے ہڈی چھین لے اور جب

چھینے کے واسطے منہ کھولتا ہے تو ہڈی اسکے منہ سے نکل کر پانی میں گر پڑتی ہے اور
ساتھ ہی عکس کے منہ میں بھی نہیں دکھائی دیتی کتا محروم رہ جاتا ہے پس تم میرے کلام کو
صرف قصہ کہانی ہی نہ سمجھو بلکہ اس سے وعظ و نصیحت کا پورا حصہ لو اور سمجھو کہ آدمی کے
جسم میں نفس امارہ مثل کتے کے ہے اور عمل کی ہڈی اسکے منہ کے اندر ہے اور دنیا کی
زندگی مثل پانی کے جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ - یعنے بیشک زندگانی دنیا کی مثال پانی کی سی ہے
جسکو ہم نے آسمان سے برسایا - تو جب نفس امارہ اس پانی یعنے دنیا میں نظر کرتا ہے
تو بہت سے لوگ اسکو اپنی ہی صورت کے دکھائی دیتے ہیں جن کے منہ میں اموال
دنیا کی ہڈی ہوتی ہے فرماتا ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ - یعنے کہدو کہ دنیا کا
اسباب تھوڑا ہے تب یہ نفس اس ہڈی کے لینے کے واسطے اپنا منہ کھولتا ہے
اور عمل کی ہڈی اسکے منہ سے گر جاتی ہے یعنے دنیا کے حاصل کرنے کی کوشش
میں آخرت کے اعمال سے بازرہتا ہے اس طرح نہ دنیا ہاتھ آتی ہے نہ آخرت
اور یہ صریح نقصان ہے۔

حکایت - سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک شخص نے آئینہ
کی دکان کی اور [illegible] ایک روز سلطان کھڑکی میں سے بازار کا تماشا
دیکھ رہے تھے کہ ایک شخص اس آئینہ والے کی دکان پر آیا اور ایک دینار کا
[illegible] نکل کی بیت پر [illegible] وقت کا تماشا
[illegible] آئینہ میں آن لگی اور آئینہ ٹوٹ گیا۔
[illegible] آئینہ کو لیکر چلا
[illegible] سلطان محمود نے اسکو طلب کرکے پوچھا کہ اس آئینہ
کی کیا قیمت ہے [illegible] ہزار دینار۔ سلطان نے فرمایا تجکو شرم نہیں آتی
[illegible] قدر جھوٹ بولتا ہے ابھی تو میرے سامنے ایک [illegible]
[illegible] ہزار دینار بتاتا ہے اس شخص نے عرض کیا کہ خدا بادشاہ سلامت کو

ہمیشہ سلامت رکھے جبکہ یہ آئینہ صحیح سالم تھا تو اسکی قیمت ایک ہی دینار تھی اور اب جو یہ سلطان کے محبوب ایاز کی گولی سے ٹوٹ گیا ہے تو اس کی قیمت ایک ہزار دینار بھی کم ہے سلطان نے اسکو ایک ہزار دینار دلوا دیئے۔

نکتہ مومن کے دل کی مثال بھی مثل آئینہ کے ہے اور جب یہ آئینہ خدا یا اُس کے رسول کے کسی فرمان سے ٹوٹ جاتا ہے اور بندہ خدا کے گھر یعنے مسجد میں حاضر ہو کر تضرع وزاری اُسکی حضور میں کرتا ہے کیونکہ اس نے فرمایا ہے وَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ یعنے مسجدیں خدا ہی کے واسطے ہیں پس اسکو ندا ہوتی ہے کہ کیا چاہتا ہے بندہ عرض کرتا ہے کہ اے خدا میں اپنے شکستہ دل کی قیمت چاہتا ہوں اللہ تعہ فرماتا ہے کہ تیرا دل تو ایک خون کی بوند ہے اسکی قیمت کیا ہوگی بندہ عرض کرتا ہے کہ واقعی میرا دل ایک خون کی بوند ہے مگر چونکہ وہ تیرے رسول کے قول سے ٹوٹا تو کیا تو سلطان محمود سے بھی کم قیمت اسکی عنایت کریگا اسکے جواب میں ربُّ العزت فرماتا ہے اے میرے بندے میں تجھے اس کی پوری قیمت دونگا اَنَا عِنْدَ الْقُلُوْبِ الْمُنْکَسِرَۃِ یعنے میں شکستہ دلوں کے پاس ہوں۔

سوال حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب میں جنت میں داخل ہوا تو میرے پروردگار نے میرا استقبال کیا اس حدیث کے کیا معنے ہیں اور اس میں کیا راز پوشیدہ ہیں۔

جواب جب ابراہیم علیہ السلام غار سے نکلے تو چاند کو دیکھکر کہنے لگے کہ یہی میرا پروردگار ہے خدا کو یہ منظور نہ تھا کہ اس کا دوست اُس کے غیر کو سجدہ کرے پس اُس نے ہدایت کا نور حضرت ابراہیم کو عنایت کرکے چاند سورج وغیرہ سب سے ہٹا کر خاص اپنی طرف متوجہ کر لیا چنانچہ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یعنے میں نے اپنا منہ خاص اس ذات پاک کی طرف کیا ہے جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس قصہ کو بیان کرنے سے یہ

قبول فرمائی اور ان کو ہدایت کی اور شیطان کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال کر فرمایا کہ تیرے اوپر قیامت تک میری لعنت ہے۔

مثل صرافوں کی عادت ہے کہ جب سونے کو کسوٹی پر گھس کر دیکھتے ہیں اگر اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے تو خالص جان کر خرید لیتے ہیں اور اگر اس کا رنگ زرد ہوتا ہے تو کھوٹا خیال کر کے واپس کر دیتے ہیں اس کو یہ نسبت ہے کہ ابلیس مثل سونے کے ہے اور حضرت آدم مثل کسوٹی کے جب اس کسوٹی پر سونا کھوٹا نکلا تو حکم ہوا کہ اسکو دنیا کی بازار میں لیجا کر فروخت کریں ابلیس نے عرض کیا کہ خداوندا اگرچہ میں کھوٹا ہوں مگر میری طاعت کے موافق کچھ تو قیمت مجھے ملنی چاہئے کہا ہوا کہ تیری قیمت یہ ہے کہ تجھکو قیامت تک کی مہلت دی گئی اور آدم جو کسوٹی کے پتھر کی طرح سیاہ تھے ان پر آفتاب عنایت ربانی کا پرتو پڑا اور وہ معرفت کا سونا بن کر بادشاہ جبار کے خزانہ کے قابل ہوئے فرماتا ہے ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى یعنی پھر آدم کو برگزیدہ کیا ان کے پروردگار نے پس توبہ انکی قبول فرمائی اور ان کو ہدایت کی۔

شریعت کا مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص غلام خریدے اور غلام کے منہ میں بدبو ہو تو مشتری کو اختیار ہے کہ بسبب گندہ دہن ہونے کے اسکو واپس کر دے اور اگر کسی کھانے کے منہ میں سڑ جانے کے سبب سے بدبو پیدا ہو گئی ہے تو اسکو واپس نہیں کر سکتا کیونکہ یہ بدبو عنقریب جاتی رہے گی اسی طرح آدم اور ابلیس دونوں بہشت اور ان دونوں کے منہوں میں گناہ کی بدبو تھی مگر آدم کے منہ میں تو گیہوں کے کھانے کے سبب سے بدبو تھی جو رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کے خلال سے جاتی رہی اور ابلیس کے منہ میں تکبر کے مرض کی اصلی بدبو تھی وہ توبہ نہ کرنے اور اس سبب سے اس کے ایمان کی بیع فسخ ہو گئی وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔

تمثیل ایک عورت کو استحاضہ کی بیماری تھا ہر طرح کے علاج کر چکی تھی وہ اپنے زمانے کے کسی حکیم کے پاس گئی اور ان سے دوا دریافت کی حکیم نے فرمایا کہ خوب مضبوط کر کے باندھ عورت نے ایسا ہی کیا خون بند ہو گیا مگر سب بدن میں خارش پھوٹی خون جاری کی ... مثال

لطیفہ غور کا مقام ہے حضرت موسیٰ اور ہارون نے جنت کے کرتے کے سبب فرعون سے
امان پائی تو مومن کا لباس تقویٰ کے سبب آتش دوزخ سے امان دینا کچھ تعجب
انگیز نہیں ہے :-

اور بہتر اگر حضرت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حرمت و اخلاص کا لقمہ ہے
کہ ایک مشرکہ عورت نے اپنا لڑکا حضور کی خدمت میں بھیجا کہ وہ آپ سے سوال کرے کہ مجھ کو ایک
کرتہ عنایت کیجئے اور اسکو سمجھا دیا تھا کہ اگر حضور فرمائیں کہ میرے پاس پیراہن نہیں ہے تو
پہنا ہوا کرتہ جو آپ پہنے بیٹھے ہیں وہی دیدیجئے چنانچہ اس لڑکے نے حضور سے عرض کیا
کہ میری ماں برہنہ ہے مجھ کو ایک کرتہ عنایت ہو حضور نے وہی کرتہ جو پہنے ہوئے تھے دیدیا
کیا اور برہنہ اللہ تعالیٰ سے مشغول ہوئے اسیوقت یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً
إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ یعنی ترجمہ نہ کھول دے اپنا ہاتھ پورا ابھی پوری نہ پڑی تھی کہ ہوا سے
ایک کرتہ نمودار ہوا اور حضور نے اسکو زیب بدن فرمایا۔ اور وہ لڑکا جب حضور کا کرتہ
لیکر اپنی ماں کے پاس پہنچا اور کل حال بیان کیا تو وہ عورت مع اپنے تمام قبیلہ کے مسلمان
ہوئی والحمد للہ علیٰ ذلک :-

لطیفہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے امت محمد میں نے تم کو تقویٰ اور مغفرت کا لباس
پہنایا اور تم نے اس لباس کو گناہوں سے میلا کیا [illegible]
قادر ہوں کہ تمہارے آنسوؤں کے پانی سے اسکو پاک و صاف کردوں چنانچہ ارشاد ہے
إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ترجمہ بیشک خدا سب گناہوں کو بخشتا
ہے اور بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے :-

حکایت ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام کی امت نے آپ سے بارش کی درخواست کی
آپ نے فرمایا کہ چلکر نماز استسقا پڑھو چنانچہ سب نے نماز بھی پڑھی اور بہت عجز کے
اور خلوص کے ساتھ انہوں نے دعا مانگی بارش ہوئی اس پانی سے خوب کھیتی تیار ہوئی مگر
بالوں میں دانہ نہ تھا آخر موسیٰ نے جناب باری میں عرض کی کہ بار الٰہا بالوں میں
دانہ نہ ہونے کی کیا وجہ ہے حکم ہوا کہ [illegible] لوگوں کی نیت خالص نہ تھی اس

شکستگی کو درست کرلو اور نقصان پورا ہو جائے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ
علماء کا تذکرہ جاہلوں کی ہدایت ہے۔

تمثیل اصول فقہ میں ایک مسئلہ ہے کہ اگر کسی مسافر کو کوئی سچا شخص یہ خبر دے کہ
اس راستہ سے سفر نہ کرنا کیونکہ اس میں درندے اور موذی جانور ہیں اور پھر ایک جھوٹا
شخص اس سے بیان کرے کہ نہیں یہ راستہ نہایت پُرامن ہے اس میں کسی طرح کا اندیشہ نہیں اور
یہ شخص اسکے کہنے کے موافق اس راہ سے سفر کرے اور ہلاک ہو جائے تو اسکے ہلاک ہونے کا گناہ
اس جھوٹے شخص پر ہوگا اسیطرح اے مسلمانوں تم کو انبیاء اور اولیاء نے خبر دی ہے کہ معصیت
کا راستہ خطرناک ہے اور اس میں بہت درندے اور سانپ بچھو وغیرہ موذیات کثرت سے ہیں اور
شیطان تم سے یہ کہتا ہے کہ اس راہ میں کچھ خوف نہیں یہ سراسر امن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ یعنے شیطان نے ان کے سامنے ان کے اعمال کو
اچھا کر دکھایا ہے پس اگر تم شیطان کے قول پر عمل کرکے اس راہ سے سفر کروگے تو
ضرور تمہاری عمر بھر کے اعمال برباد ہوں گے اور تم ہلاک ہو جاؤگے فرماتا ہے وَقَدِمْنَا
إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا کتب امثلہ میں وارد ہے کہ ایک شخص
نے ترکستان سے ہندوستان کا سفر کیا اور جب [illegible] کسی شہر میں پہنچا تو ایک حمام
میں غسل کرنے کے واسطے گیا دیکھا کہ حمامی حمام کے دروازہ پر بیٹھا ہوا ہے اور نہایت مہذب
اور خوش اخلاق شخص ہے اس مسافر نے اسکو کچھ دیا اور غسل کرنے کی درخواست کی حمامی
نے اسکے آگے دو کپڑے اور [illegible] رکھدیں نمدے کا لباس اسکو پہنایا اور نمدے کی ٹوپی اڑھائی اور
مرقع چہرہ پر ڈال کر ہتھیار ہاتھ میں دیا مسافر نے پوچھا کہ اس انتظام کی کیا ضرورت ہے حمامی
نے کہا کہ کپڑے تو اس سبب سے پہنائی ہیں کہ حمام کی چھت میں [illegible]
ٹوپی اسواسطے اڑھائی ہے کہ حمام کی چھت میں کانٹے ہیں وہ تمہارے سر میں [illegible]
اور مرقع اس واسطے پہنایا ہے کہ حمام کے اندر جو مکھیاں مچھر اور بھڑ ہیں [illegible] نہ ستائیں اور ہتھیار
اسواسطے تم کو دیا ہے کہ اس میں ایک بڑا موذی جانور ہے جب وہ تمہارا قصد کرے تو اس
[illegible] سے اسکو ہلاک کرنا مسافر نے کہا کہ یہ باتیں تو جہنم کی ہیں حمام کی نہیں ہیں۔

مجمع سے الگ بیٹھا تمام امراء اور رؤسا زادے مکلّف لباس پہنے ہوئے
موجود تھے شہزادی سب کو دیکھتی ہوئی اُسکے قریب پہونچی اور اسی کے گیند
ماری سب لوگ واپس چلے آئے اور بادشاہ نے شہزادی سے کہا کہ
کیا سبب ہے جو تم نے ایک غریب مفلس کو پسند کیا اور ان تمام امراء و رؤسا
میں سے کوئی تم کو پسند نہ آیا شہزادی نے کہا اگرچہ وہ فقیر ہے مگر میں تو غنی ہوں
اور میں نے جو اسکو سونے کی گیند ماری تو وہ مجھ کو پہلے ہی محبت کی چوٹ لگا چکا ہے
آخر بادشاہ نے اس فقیر سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی:۔

لطیفہ رحیم کی رحمت نے تمام اشیاء کو اپنے اندر لے رکھا ہے فرماتا ہے وَسِعَتْ
رَحْمَتِي كُلَّ شَيْءٍ یعنے میری رحمت تمام چیزوں کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔
جب خداوند تعالےٰ نے اپنی صنعت کاملہ اور حکمت بالغہ سے مخلوقات کو پیدا کیا
اور اپنی مشیت اور ارادہ سے تمام کائنات کی ترتیب کی پس تمام موجودات اس
کے صحرائے صنعت میں حاضر ہوئے اور سب نے چاہا کہ اسکی رحمت خاص سے
مشرف ہوں ملائکہ بھی نَحْنُ نُسَبِّحُ کا مقولہ زبان پر لا کر حاضر ہوئے اور سورج
بھی اپنے نور کی تمام پر عطا اور بخشش کرنے لگا تا کہ رحمت الٰہی سے کچھ نصیب ہو وَالشَّمْسُ
تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ اور چاند نے بھی اپنی چمک ظاہر کی
وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ اور آسمان
بھی مینہ برسانے لگا وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا اور زمین نے
بھی درخت اور کھیتیاں اور پھل پھول اگائے يُنبِتُ لَكُم بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ
اور اسی اشتیاق میں پہاڑوں کے اندر جواہرات پیدا ہوئے وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ
بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا اور سمندر بھی اس تمنا میں غل مچانے لگے مَرَجَ
الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ اور ہر ایک یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میرے
سوا کوئی گنجینۂ امانت کا مستحق نہیں آدم علیہ السلام بھی اس مفلس جوان کی طرح
گوشۂ غربت میں ظَلُومًا جَهُولًا کی دیوار کے پیچھے عاجزی کے ساتھ سر نگوں

بیٹھے تھے پس رحیم کی رحمت نے تمام عالم میں چکر لگایا اور کسی کو گیند عنایت نہ کی پھر
میدان ملکوت سے باہر نکل کر آدم کو دیوار عجز کے پیچھے بیٹھا ہوا دیکھا اور وہ امانت کی
گیند عنایت کی وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ پس اس واقعہ سے تمام ملائکہ اور آسمان و زمین
اور شمس و قمر اور نجوم و جبال میں ایک شور و غوغا برپا ہوا اور سب کہنے لگے کہ اس
برہنہ سر مکشوف الجسم کو کیوں اختیار کیا گیا حالانکہ ہم تیرے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں
ندا آئی کہ اے ملائکہ میں نے جو اسکو امانت کی گیند عنایت کی تو اس نے مجھکو محبت
کی گیند دی اور اگر یہ فقیر ہے تو کیا ہوا میں تو غنی ہوں تمام عالم سے بے پروا اور
اگرچہ اس کا لباس ناکارہ ہے مگر اس کے جسم میں میری روح ہے فَإِذَا سَوَّيْتُهُ
وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي اور اگرچہ اس کے پاس مال موتی و مرجان نہیں ہیں
تو کیا ہوا اس کے پاس خلوص دل اور ایمان ہے اور میں نے اسکو پسند
کر کے تم سب پر اسکو فضیلت دی ہے اور تمام اسمار اسکو تعلیم کر دیئے ہیں اور
میں اس سے اور اسکی اولاد سے تمام گناہ قیامت کے روز بخشدوں گا اور اسکو
اور اسکی مومن اولاد کو اپنے قرب میں جگہ دوں گا فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ
مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ

مثل جب کسی کو سردی پہنچتی ہے تو زکام ہو جاتا ہے پھر کوئی خوشبو اسکو نہیں آتی
جب تک کہ زکام دفع نہ ہو جائے اس حالت میں بیمار کو چاہیئے کہ کسی حکیم حاذق
کے پاس جا کر اپنی کیفیت بیان کرے حکیم اسکو اندھیرے مکان میں
بند کر کے کسی شخص کو حکم دیگا کہ اسکو کالیاں دیجائیں کہ غصہ آ کر
حرارت اس کے جسم میں متحرک ہو اور برودت رفع ہو کر زکام دور
ہو جائے۔ اسی طرح اے گنہگار تو زکام والے کی طرح ہے گناہوں کی ٹھنڈک
تجھکو پہنچی ہے جسکے سبب سے علم و حکمت کی خوشبو تجھکو نہیں پہنچتی اور تو ذوق
اور علم کی لذت سے محروم ہو گیا ہے یہ نہیں جانتا کہ کیا علاج کرے
میں اگر تو اس مرض کو دفع کرنا چاہتا ہے پس خواہشات کی اندھیری کے

باہر نکل اور دنیا کے کام چھوڑ کر مسجد میں جا اور کسی روحانی حکیم یعنے عالم کے منبر پر تشریف فرما ہونے کا انتظار کر تاکہ وہ تجکو خدا اور رسول کے فرمان سے برانگیختہ کر کے تیری حرارت کو ابھار دے اور تیرا دل گرم ہو کر تیری آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور معصیت کا زکام دور ہو جائے وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ اور پھر طاعت کی خوشبو سونگھکر تو جنتی ہو جائے فرماتا ہے۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ۔

حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک حاملہ عورت کسی امیر کے دروازے کے پاس سے گذری اور عمدہ کہانے کی اسکو خوشبو آئی امیر نے اس خیال سے کہ اس کا حمل ساقط نہ ہو جائے وہ کھانا اسکو کہلایا اور بہت مہربانی کی اسی طرح مؤمن بندہ امانت ایمان کا حامل ہے۔ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اور خدا کے دروازے یعنے مسجد کے آگے سے گزر رہا ہے اور فضل و کرم کے مطبخ سے رحمت کے طعام کی خوشبو اسکو آرہی ہے پس کرم خداوندی سے تعجب نہیں ہے کہ وہ اسکو جنت کی نعمتیں اور پاک رزق عنایت کرے فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا۔

دیگر حکایت ایک عورت نے اپنے بچہ کو آبخورہ دیکر پانی لانے کے واسطے بہیجا بچہ جو گیا تو لڑکوں کے ساتھ کہیل کود میں لگ گیا اور پانی نہ لایا جب رات ہوئی تو خالی آبخورہ لیئے ہوئے واپس آیا ماں نے پوچھا کہ پانی کیوں نہ لایا بچہ نے کہا میں اس بات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ کوزہ اسکو صحیح و سالم لے آیا ماں نے بچہ سمجھکر اسکا قصور معاف کر دیا۔ اسی طرح اے مؤمن خداوند تعالےٰ نے تجھکو ایمان کا کوزہ عنایت کر کے عمل کا پانی لانے کے واسطے بہیجا ہے اور تو بچوں کی طرح

اے بچہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیے ان کے لیے جنت الفردوس کی مہمانی ہے۔ بدن مرنجیم

دُنیا کے لہو و لعب میں مشغول ہو گیا ہے فرماتا ہے وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ
اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط یعنے یہ دُنیا کی زندگی لہو و لعب کے سوا اور کچھہ نہیں
ہے - اور تو نے عبادت سے کوزہ کو نہ بھرا یہاں تک کہ تیری عمر کے
دن پورے ہو گئے اور موت کی گھڑی آگئی اللہ تعالے نے پوچھا کہ اے
میرے بندے عمل کا پانی کہاں ہے بندے نے عرض کیا کہ خداوندا میں
یہی شکر کرتا ہوں کہ ایمان کا کوزہ صحیح و سالم لے آیا پس خدا اسکی
طرف عنایت کی نظر سے دیکھتا ہے اور مجھے کو ضعیف سمجھکر فرماتا ہے کہ میرے
بندے نے سچ کہا پھر اسکو بخشدیتا ہے اور مغفرت کے دفتر میں اُس کا
نام درج کیا جاتا ہے فرماتا ہے غَفَرْتُ لَكُمْ قَبْلَ اَنْ تَسْتَغْفِرُوْنِيْ
یعنے میں نے تم کو بخشدیا پہلے اس سے کہ تم مجھہ سے مغفرت مانگو:-

حکایت لکھتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں ایک بہت بڑا تالاب تھا اُس کے رہنے
والوں میں سے ایک کچھوے اور دو مرغابیوں میں بہت دوستی تھی اتفاقات
زمانہ سے تالاب کا پانی خشک ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ
میں بالکل خشک ہو گیا تب مرغابیوں نے کچھوے سے کہا کہ بھائی صاحب اس
نالائق دنیا نے انقلابات اس [illegible] نے ہم کو آپ کی مفارقت
پر مجبور کیا کیونکہ پانی جو ہر ایک چیز کی زندگی کا باعث ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ
كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اس تالاب کا پانی سوکھ جانے سے ہم لاچار ہو گئے ہیں کہ کہیں
اور پانی کو تلاش کر کے اپنی بود و باش اختیار کریں کیونکہ اَرْضُ
اللّٰهِ وَاسِعَةٌ خدا کی زمین بہت وسیع اور کشادہ ہے - کچھوے نے جو یہ بیان
سُنا کہنے لگا کہ اے دوستو میں تمہاری جُدائی سے ہلاک ہو جاؤں گا مجھپر
رحم کرو اور یہیں رہو اور جو یہاں نہیں رہ سکتے تو مجھکو بھی اپنے
ساتھ ہی لیچلو مرغابیوں نے کہا ہم تم کو اپنے ساتھ تو لے
چلتے ہیں مگر اس شرط سے کہ تم کلام نہ کرنا کیونکہ لوگ تمکو ہمارے

ساتھ دیکھکر تعجب کریں گے اور ہنسیں گے اور تم اُن کو جواب دوگے تو یہی امر تمہاری
ہلاکت کا سبب ہو جائیگا عقلمندوں نے کہا ہے کہ جو خاموش رہا اُس نے نجات پائی
اور جس نے کلام کیا وہ خراب ہوا کچھوے نے کہا میں نے چپ کا روزہ رکھ لیا ہے اور میں
ہرگز اپنے مشفقوں کی نصیحت سے زیادہ نہ کروں گا تب اس عہد کے بعد مرغابیوں نے ایک
لکڑی لاکر کچھوے کو دی اور کہا اس کو اپنے مُنہ میں مضبوط پکڑ لو کچھوے نے ایسا ہی کیا اور
پھر مرغابیوں نے اس لکڑی کا ایک ایک سرا اپنی گردن پر رکھ لیا اور کچھوے کو لیکر اُڑیں
جب لوگوں نے یہ تماشا دیکھا تو غل مچایا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ دیکھو کچھوے
کو مرغابیاں لئے جاتی ہیں کچھوے نے تھوڑی دیر تو اس شور و غل کو سنکر صبر کیا مگر پھر
زبان نہ رک سکی اور جواب دیا کہ تم کیوں تعجب کرتے ہو یہ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ لکڑی منہ سے
چھوٹ گئی اور زمین پر گر کر مر گیا ۔

اے مومنو یہ کچھوے کی کہانی نہیں ہے بلکہ یہ تمہاری مثال ہے کہ تم دنیا اور ہوا و شہوات
کے تالاب میں سکونت رکھتے ہو فرمایا ہے اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ
پھر تم اپنے لہو و لعب میں مشغول ہو یہاں تک کہ رمضان کا مہینہ آیا اور روزوں کی
گرمی سے معصیت کا پانی خشک ہو گیا پھر رحمت اور مغفرت کی مرغابیاں اس مہینہ میں
آئیں جسکے اول میں رحمت درمیان میں مغفرت اور آخر میں دوزخ سے آزادی
ہے اور یہ دونوں مرغابیاں ذکر الٰہی کی لکڑی لائیں وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ
اور اسکو تمہارے مُنہ میں دیدیا اور کہا کہ بُری بات زبان سے نہ نکالنا نہ غیبت کرنا
کیونکہ غیبت سے روزہ خراب ہو جاتا ہے اور سچے دل سے توبہ کرنا کیونکہ حکم ہے
تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا پھر جب تم اس عہد اور توبہ پر قایم ہو جاؤ گے تو یہ دونوں
مرغابیاں تم کو ہوا پر لے اڑینگی فرماتا ہے اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ
الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ پس لازم ہے کہ تم سب کے ساتھ خاموش رہو اور غیبت وغیرہ کی
سے تم زبان نہ کھولو کہ اسفل السافلین میں نہ گر جاؤ اور ہرگز ایسا نہ ہو کہ تمہاری زندگی
کا دن تمہارے منہ سے نہ چھین لیں اور تم زبان نکالنے کی بلندی سے موت کی پستی یعنی

قبر میں نہ جا پڑو اور پھر نیک عمل اور توبہ کی تم میں قدرت نہ رہے اور اپنے ہاتھوں سے
خود کو ہلاک کر دو کیونکہ اسوقت کفار کہیں گے رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا
ظَالِمُوْنَ۔ یعنے ملئے ہمارے پروردگار ہم کو دوزخ سے نکال دے اگر پھر ہم
ایسے ہی گناہ کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں۔

نکتہ استادوں کی عادت ہے کہ جب چھوٹا سا بچہ مکتب میں ٹھیک طرح سے نہیں
پڑھتا تو وہ انتظار کرتے ہیں کہ کسی بڑے لڑکے سے کوئی خطا واقع ہو تو اسکو سزا دیں
اسوقت اس بڑے لڑکے کو مارنے اور دھمکانے سے چھوٹے بچہ کو بھی تنبیہ ہو جاتی
ہے اسی طرح اے بھائی تمہاری مثال بچہ کی سی ہے اور تمہاری تنبیہ کے واسطے
خدا تعالی نے بہت سے نبیوں پر عتاب فرمایا ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ صغیرہ گناہوں
پر انبیا کو عتاب فرمایا تو پھر کبیرہ گناہوں پر تم سے کیوں نہ عتاب کرے گا اور تمہارے
اعمال کا بدلہ کیوں نہ دے گا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ہ ایک خطا سے حضرت
آدم ؑ دو سو برس روئے تو کیا تم کو وہ ایک ہزار برس بھی جہنم میں نہ ڈالیگا۔

سوال جب کہ خداوند تعالی نے نبی آدم کو تمام مخلوقات پر برگزیدہ کیا اور سب
پر اسکو فضیلت دی چنانچہ فرمایا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ تب پھر اسکو ملک الموت
کے ہاتھ میں سونپنے اور مارنے اور قیامت کے روز حشر کرنے اور حساب لینے اور
دوزخ یا جنت میں داخل کرنے سے کیا فائدہ۔ اور جبکہ موجودات و مخلوقات میں
انسان سے بڑھکر کوئی اکرم و بزرگ نہیں ہے کیونکہ اسی کی شان میں فرمایا ہے كُنْتُ
كَنْزًا مَّخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُكُمْ پھر جب اللہ تعالی نے آدم کو پیدا کر کے
اس کے اور اسکی اولاد کے سر پر کرامت کا تاج رکھا اور فرمایا کہ بیشک بزرگی دی
ہم نے اولاد آدم کو اور پھر ان کے کانوں میں محبت کی آواز سنائی يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ
اور توحید کا کمربند ان کی کمر میں باندھا اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ اور خاتم تسخیر
ان کی انگلی میں پہنائی وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اور توقیع کرامت ان
کے ہاتھ میں دی وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ۔ پھر باوجود ان

درجات و منازل کے الست بربکم کو روز میثاق سے لیکر یوم رویت وجوہ یومئذ ناضرۃ
الی ربہا ناظرۃ تک اسکو طرح طرح کی آفتوں اور بلاؤں میں مبتلا کیا باپ کی پشت سے
نکالکر ماں کے رحم کی ظلمت میں پہنچایا اور طرح طرح کے امراض اور فتنوں اور رنج و
غم میں اسکو مبتلا کیا اور پھر موت اور قبر و حشر وغیرہ میں پہنچایا تو ان سب باتوں
میں کیا حکمت ہے؟

جواب اس سوال کے بہت سے جواب ہیں مگر میں پہلے بطریق نقل کے جواب دیتا
ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب خداوند تعالی کسی بندے کو دوست
بناتا ہے تو اسکو بلاؤں میں مبتلا کرتا ہے اگر اس نے صبر کیا اور راضی ہو گیا تو اسکو برگزیدہ
کرتا ہے۔ اور بطور عقل کے اس کا جواب یہ ہے کہ ابر و بادل سے سمندر کے اندر مینہ برستا ہے
اور ظلمت اندھیری کی سختیاں اٹھا کر بعض قطرات اس کے سیپ کے منہ میں داخل ہوتے
ہیں اور باقی سب ضائع ہو جاتے ہیں پھر سیپ ان کو لیکر سمندر کی تہہ میں بیٹھ جاتی ہے
اور جب اس کے دن پورے ہوتے ہیں تو غریب غوطہ خور اس کو نکال کر ان کا سینہ
چیرتے اور موتیوں کو نکالتے ہیں اور ان کی بڑی قدر کیجاتی ہے وہ بادشاہوں کے
تاج اور بیگموں کے زیور میں لگائے جاتے ہیں حالانکہ پہلے یہی پانی کا قطرہ تھا نہ
بادشاہوں کے لائق تھا اور نہ یہ قیمت اسکی ہو سکتی تھی جب تک کہ اس نے یہ سختیاں نہ
اٹھائیں اس قدر و قیمت کا نہ ہوا اسی طرح انسان مومن تو بھی پانی کا ایک قطرہ تھا یعنے
نطفہ اگر یہ رنج و غم اور مصائب و محن نہ اٹھائے گا اور موت کا مزہ نہ چکھے گا تو پھر کیسے
مقام قربت کے لائق ہو سکتا ہے۔

اور دیکھو گلاب باوجود اپنی لطافت و نظافت اور خوشبو کے جب تک کہ آگ کے شیشہ میں بند
نہیں ہوتا اور اس کے نیچے آگ مشتعل نہیں کیجاتی اور پھر دو آتشہ اس کا عرق نہیں نکلتا
تو ہرگز یہ عطاروں پر چھڑکے جانے اور کپڑوں کے معطر کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ اسی
طرح جب تک ملک الموت آدمی کو سختی جانکنی پیدائش یعنی اسکے وجود اور حیات سے جدا
نہیں کرتا اور قبر و لحد کے قعر میں ڈال کے اس کے نیچے سوال کی آگ روشن نہیں کیجاتی تو

تک اس کے دل سے خوشبو ظاہر نہیں ہوتی جس سے حوریں اور ملائکہ کھلے طور پر خوش ہوں۔
ایضاً جب تک سونا سونار کی کٹھالی میں پڑ کر آتش کا عذاب نہیں چکھتا لوگوں میں اس کی قیمت نہیں ہوتی اسی طرح بندہ جب تک فقر اور بیماریوں اور سختی و پیری کا عذاب نہیں اٹھاتا اس جنت کے لائق نہیں ہوتا جو متقیوں کے واسطے تیار کی گئی ہے۔
لطیفہ گویا کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندے سے فرما رہا ہے کہ اگر تو بلا و مصیبت کو نہ دیکھتا تو نعمت اور عطا کی قدر نہ جانتا اے بندے میں نے تجھکو پیدا کیا ہے تاکہ تو میری قدرت دیکھے اور تجھکو میں نے رزق دیا ہے تاکہ تو میری مہربانی پائے اور تجھکو میں نے مارا ہے تاکہ تو میری حکمت پر نظر کرے اور تجھکو حشر کروں گا تاکہ میری عنایت کو دیکھے اور تیرا اعمالنامہ تجھے پڑھواؤں گا تاکہ تو اپنی خطا کاری دیکھے اور پھر تجھکو دوزخ پر سے گذاروں گا تاکہ تو بدبختی کو دیکھے اور جنت میں داخل کروں گا تاکہ تو میری بخشش کو دیکھے اور پھر تجھکو شراب طہور پلاؤں گا تاکہ تو صفائی دیکھے اور پھر تجھکو دیدار نصیب کروں گا تاکہ تو ملاقات کو دیکھے۔
دیگر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ برگزیدہ کیا اگر صغر سن میں نبی نہیں کیا گویا اس نے یہ فرمایا کہ اگر میں چھ سات سال کی عمر میں نبی کر دیتا تو یہ نبوت کی قدر نہ کرتے اور نہ اسکی قیمت کو جانتے پس چالیس برس کی عمر میں نبوت آپ کو دی اور طرح طرح کی محنتوں اور بلاؤں میں آپکو مبتلا کیا کوئی کافر آپ کو ساحر اور کوئی شاعر اور کوئی مجنون اور کوئی مفتون کہتا تھا اور پھر ساتھ ہی اس کے امراض اور مشقت میں بھی آپکو مبتلا کیا اگرچہ نبی آپ سے پیر نہیں یہاں تک کہ آخر میں اس بشارت کیساتھ ممتاز ہوئے یَا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ اور امانت کی حفاظت کے واسطے مامور ہوئے اُدْعُ إِلَىٰ سَبِیلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ تب آپ نے اسکی قدر پہچانی اور فرمایا کہ کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ ہوں اسی طرح مومن صحرائے دنیا میں حیران ہے اور خدا نے اس کو اولاد اور امراض اور امور خانہ داری میں پھنسا دیا ہے کوئی اسکو چور کہتا ہے اور کوئی فاسق کہتا ہے یہاں تک کہ آخر اسکو یہ خوشخبری آتی ہے کہ تم مع اپنی بیبیوں کے عیش کے ساتھ جنت میں داخل ہو ویں اسوقت بندہ اس نعمت کی قدر جانتا ہے اور شکریہ کے طور پر کہتا ہے

شکر ہے اُس خدا کا جس نے اپنے فضل سے ہم کو جنت میں داخل کیا۔

نکتہ۔ اللہ تعالیٰ ایس بات پر قادر تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بلا محنت و مشقت کے ملک مصر کا بادشاہ بنا دیتا مگر تکالیف میں اُن کو اس واسطے مبتلا کیا کہ وہ سلطنت کی قدر جانیں اُن کے بھائیوں کو ان مصائب کا سبب ٹھہرایا کہ اُنہوں نے حضرت یوسف کو کنوئیں میں ڈالا اور نکالے جانے کے بعد نہایت کم قیمت پر اُن کو فروخت کر دیا۔ آخر الامر حضرت یوسف غربت اور قید کی محنت و مصیبت اُٹھا کر مصر کے بادشاہ ہو گئے اسی طرح اے مومنو جب تک تم امراض و موت و فرقت کا مزہ نہ چکھو گے غربت کی ذلت نہ اُٹھاؤ گے قبر کی قید اور عرصات قیامت کے مواقف میں سوال و جواب کے لئے ٹھہرائے نجاؤ گے اور دوزخ پر سے تمہارا گذر نہو گا اسوقت تک جنت اور بہشت کی نعمتوں کی کیا قدر جانو گے؟ اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِيْنَ یعنے سلامتی اور امن کے ساتھ جنت میں داخل ہو۔

دیگر تم کو قلم کی حالت سے نصیحت پکڑنی چاہئے جب تک یہ بیچاری اپنی جڑ سے نہیں کاٹی جاتی دور دور کا سفر اختیار نہیں کرتی غربت و فرقت کا مزہ نہیں چکھتی اور اُسکا سر کاٹ کر اس کے حلق کو چیرا نہیں جاتا اور فضلات اس کے اندر سے دور نہیں کئے جاتے اور پھر قلمدان میں قید نہیں کیجاتی اور دوات کے اندر اس کا منہ سیاہ نہیں ہوتا اُسوقت تک اس سے خدا کے نام کی کتابت نہیں ہوسکتی اور جب یہ ان تمام مصائب و محن کو جھیل لیتی ہے اُسوقت اس سے سطح لوح پر اسم اللہ نقش ہوتا ہے اور یہ شکر ادا کرتی ہے کہ اگرچہ میں نے اسقدر رنج والم اور مصائب اُٹھائے مگر خدا کا شکر ہے کہ دوست کا نام مجھ سے لکھا گیا اسیطرح مومن دنیا کے اندر امراض و مصائب میں مبتلا ہوتا ہے مگر جب اسکی موت آتی ہے اور ملک الموت اسکی روح قبض کرتا ہے اور اس کے جسم کو قبر کے قیدخانہ میں مقید کر دیتے ہیں اور پھر یہ قیامت کے اہوال کو دیکھتا ہے اور جہنم کے دہوئیں سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اسوقت یہ رویت اور نعمت کی قدر جانتا ہے اور جنت میں داخل ہونیکے وقت کہتا ہے کہ شکر ہے اُس خدا کا جس نے ہم سے رنج و غم

دور کیا اور پھر شکر ہے خدا کا گو ہیں سے موت اور امراض کی تلخی چکھی اور طرح طرح کے احوال اور محنتوں میں مبتلا ہوا مگر آخر رویت کا اہل ہو گیا انکی نسبت فرماتا ہے وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ ۔ یعنے بہت سے منہ اس دن خوشی وخرمی کیساتھ اپنے پروردگار کی طرف نظر کر رہے ہوں گے۔

سوال یہ بات معلوم ہے کہ تغیر اور تبدل اور انقلاب ایک حال سے دوسرے حال کی طرف خدا تعالیٰ پر محال ہے پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ پہلے تو خداوند تعالیٰ نے حضرت آدم کو نہایت اعزاز و اکرام کیساتھ جنت میں داخل کیا اور پھر نہایت تحقیر و تذلیل کے ساتھ وہاں سے نکال دیا۔

اس سوال کی توضیح آدم علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ نے تمام اسمار تعلیم کئے جنکی نسبت کہا ہے اَنۡۢبِئۡہُمۡ بِاَسۡمَآئِہِمۡ اور پھر ان کے خطا سے ڈرنے کی خبر دی رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا۔ اور پھر ان کے معذور ہونے کی خبر دی فَنَسِیَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَہٗ عَزۡمًا اور پھر ان کے اصطفا واجتبا کی خبر دی ثُمَّ اجۡتَبٰہُ رَبُّہٗ اور عالم ملکوت میں ان کو زمین کا خلیفہ بنانے کی خبر دی اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً اور ان کو جنت میں بسانے کی بھی خبر دی اُسۡکُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُکَ الۡجَنَّۃَ اور پھر انکے واسطے جنت کی چیزیں مباح ہونیکی بھی خبر دی فَکُلَا مِنۡہَا رَغَدًا حَیۡثُ شِئۡتُمَا اور اپنی روح ان کے اندر پھونکنے کی بھی خبر دی نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ اور تمام مخلوق پر ان کے فضل و کرامت کی بھی خبر دی وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ اور ان کو سجدہ کرانے کی بھی خبر دی اُسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مٹی سے بھی خبر دی کہ چالیس دن اس کا خمیر رہا تھا۔ پھر ان فضائل و کرامات کے بعد ایسی ذلت و حقارت کیساتھ جنت سے نکالے گئے فرماتا ہے۔

اِہۡبِطُوۡا مِنۡہَا جَمِیۡعًا۔

ان کرامتوں کے عطیہ کے بعد زلات کا بھی ذکر فرماتا ہے وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی یعنے آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس گمراہ ہو گیا اور طرح طرح کی ذلتیں اور مصیبتیں ان پر مسلط کی گئیں اور اس بلندی سے اس پستی میں لائے گئے اسمیں کیا حکمت ہے

جواب اس سوال کے جواب بہت ہیں اور پہلے میں از روئے نقل کے جواب دیتا ہوں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے خداوند تعالیٰ نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے ہی مقادیر مقدر کر دی تھیں چنانچہ فرماتا ہے کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا اور از روئے عقل کے یہ جواب ہے کہ بعض زنادقہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جنت اور دوزخ نہیں پیدا کی گئی ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ظاہر کی تاکہ جنت و جہنم کے وجود پر گواہی ہو۔

سوال دیگر کہتے ہیں کہ امام معصوم ہونا ضروری ہے تاکہ خلق اسکی اقتدا کرے پس جبکہ آدم علیہ السلام صغیرہ گناہوں سے معصوم نہیں تھے تو امام کیسے معصوم ہو سکتا ہے

دیگر جب آدم علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے تو فرشتوں نے کہا کہ اے آدمؑ یہ ایسی جگہ ہے کہ یہاں گناہ نہیں پایا جاتا اور نہ لغزش ہوتی ہے کیونکہ ہم صرف طاعت کے واسطے پیدا کئے گئے ہیں اور اعمال ہماری مخلوق مستحسنہ ہے اور ہم طاعت ہی چاہتے ہیں اور اے آدمؑ تیری اصل مٹی سے ہے جو گناہ کا تقاضا کرتی ہے پھر جب شیطان نے آدمؑ کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ انہوں نے درخت العنب یا گیہوں کا پھل کھانا چاہئے کیونکہ اس کے کھانے سے ہمیشگی نصیب ہوتی ہے پھر آدمؑ نے اسکو کھایا تو ملائکہ شرمندہ ہوئے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ یہاں گناہ ہوتا ہی نہیں اور ہیبت الٰہی کا رعب ان پر چھا گیا کہ ان کے مسکن میں گناہ جگہ پا گیا جیسا کہ فرماتا ہے عَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی اور ندا آئی کہ اے گروہ فرشتے تمہاری اصل کو برا کہتے تھے اور تمہاری طرف ذلت اور حقارت سے دیکھتے تھے پس تم یہاں سے زمین پر اتر جاؤ چنانچہ جب آدمؑ زمین پر اتر آئے تو خداوند تعالیٰ نے ان سے طاعت ظاہر کرائی اور یہ اپنے گناہ پر بہت روئے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور انہیں فرشتوں کو بشارت کیساتھ حضرت آدمؑ کے پاس بھیجا فَتَابَ عَلَیْہِ وَھَدٰی پس جنت میں تو حضرت آدم سے عَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ کی ندا سنی اور زمین پر تَابَ عَلَیْہِ کی تو فرشتے نہایت شرمندہ ہوئے کیونکہ ان کے خیال کے موافق زمین گناہ کی جگہ تھی اور معاملہ برعکس ہو گیا کہ خدا

تعالیٰ نے اپنی قدرت ظاہر فرمائی تاکہ وہ جانیں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے اور بیشک خدا نے
از روئے علم کے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے :-

نکتہ آدم علیہ السلام مثل دلال کے تھے جب مالک اپنے مکان کو فروخت کرنا چاہتا ہے تو پہلے دلال کو اس کے اندر بھیجکر خوب اچھی طرح سے دکھلا دیتا ہے تاکہ وہ اپنے خریداروں کے سامنے اس کا وصف بیان کرے اسی طرح خداوند تعالیٰ نے حضرت آدم کو جنت میں بھیجا تاکہ یہ اپنی اولاد کے سامنے اسکی تعریف و توصیف بیان کرکے اس کا اشتیاق ان کے دلوں میں پیدا کریں اور وہ اسکی قیمت مہیا کرنے میں مصروف ہوں اور جب قیمت مہیا ہو جائیگی تو حکم ہوگا کہ اب امن کے ساتھ اس کے اندر داخل ہو۔

دیگر یوں خیال کرنا چاہیے کہ حضرت آدم امت محمدی کے واسطے بشارت دہندہ تھے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے امت محمدؐ ایک لقمہ کھانے کے سبب سے تمہارا باپ آدم راحت کی جگہ جنت سے نکلا مشقت کی جگہ دنیا میں آیا اب تم اپنے اوپر مہربانی کرو دیکھو کہ جو تم میں سے ایک لقمہ میرے واسطے فقیر کو دے گا میں اس کو جنت میں داخل کروں گا پس میرے واسطے خیرات دینے میں تم بخل نہ کرو تاکہ تم اس جگہ داخل ہو جہاں سے تمہارے باپ کو نکالا ہے :-

سوال آدم علیہ السلام نے ایک گناہ کیا اور ابلیس نے بھی ایک گناہ کیا تھا پھر کیا وجہ کہ آدم کی توبہ قبول کرکے ان کو ہدایت کی اور ابلیس پر لعنت کرکے اسے مردود کر دیا اس میں کیا حکمت ہے :-

اس سوال کا اعادہ بعض برادر دینی یہ سوال کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام وعدۃ اللہ قدرۃ الملۃ منبع الحکمۃ اور رئیس اہل جنت تھے مقرب فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنا حکم ہوا اور اعلیٰ علیین میں ان کا درجہ قرار پایا حوریں جنت میں ان کے واسطے مباح ہوئیں اور بزرگی کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا پھر ان تمام بزرگیوں کے باوجود شیطان نے [illegible] ان کو جدا کرکے جنت سے باہر نکالا اور دنیا میں حیران و پریشان پھرایا کہ وہ تین سو برس تک اپنی خطا پر روتے رہے اس کے بعد ان کا گناہ معاف کرکے ان کو ہدایت

کی اور عفو و مغفرت کا تاج زیب سر کیا تو اس میں کیا حکمت ہے اور اسی طرح ابلیس
بھی فرشتوں کا استاد اور ان کا رئیس و امین اور عرش عظیم کا مجاور تھا اسکو اپنے قرب سے
دور کر کے طوق لعنت اس کے گلے میں ڈالا اور فرمایا کہ یہاں سے نکل جا کہ تو مردود ہے
اور عذاب الیم سے اسے موعود کیا پس اگر عظم گناہ پر نظر کرو تو ابلیس نے ترک امر کیا اور
آدم نے ارتکاب نہی کیا غرضکہ دونوں سے معصیت وجود میں آئی پھر ان میں سے ایک
کی توبہ قبول ہوئی اور دوسرے کو مردود کیا گیا اس میں کیا حکمت ہے:۔

جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ مختار ہے بغیر سبب و علت چاہے
جسکی توبہ قبول کرے اور جسکی چاہے نامنظور کر دے اس میں کسیکو جائے دم زدن نہیں
اور **جواب معنوی** اس کا یہ ہے کہ آدم نے گناہ کر کے توبہ کی اور استغفار کیا اور کہا
رَبَّنَا ظَلَمْنَا الخ اور ابلیس نے گناہ کر کے تکبر کیا پس خدا نے آدم کی توبہ قبول کی اور ابلیس
کو مردود کیا۔

دیگر ابلیس اپنی معصیت پر خوش ہوا اور آدم نے اپنے گناہ پر رنجیدہ ہو کر بہت گریہ کیا ابلیس
ابلیس کے ہنسی سے ایک آگ پیدا ہوئی جس نے اس کے تمام نیک اعمال کو جلا دیا اور آدم
کے رونے سے سیلاب آیا جس نے ان کے گناہوں کو دھو کر ان کا نشان بھی باقی نہ رکھا
فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ۔

دیگر آدم کی لغزش سہواً تھی فرماتا ہے فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا اور ابلیس کا گناہ
قصداً تھا فرماتا ہے اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ یعنے ابلیس نے انکار اور تکبر کیا [illegible] دلالت کرتا ہے
اور نماز میں جو سہو ہو جاتا ہے سجدہ سہو سے اسکی تلافی ہو جاتی ہے [illegible] آدم کے
سہو کی تلافی رَبَّنَا ظَلَمْنَا کے سجدے سے ہو گئی اور قصداً سجدہ نہ کرنے سے نماز باطل ہو جاتی
ہے اسی سبب سے ابلیس کا معاملہ باطل ہو گیا کیونکہ اسنے قصداً سجدہ ترک کیا تھا لہذا خدا نے
اس کے اعمال برباد کر دیئے۔

دیگر ابلیس گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوا کیونکہ صحیح مذہب یہی ہے کہ مسلمان گناہ کرنے
سے کافر نہیں ہوتا مگر ابلیس اس سبب سے کافر ہوا کہ اس [illegible] خدا [illegible]

جہل کو منسوب کیا یعنے جب خدا نے فرمایا کہ اے عزازیل آدمؑ تجھ سے بہتر ہے اسکو سجدہ کر تو
اُس نے کہا کہ نہیں میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھکو آتش سے پیدا کیا ہے اور اسکو خاک
سے پس اسی سبب سے لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈالا گیا اور آدم کو ہدایت
اور مغفرت نصیب ہوئی۔ اگر تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ آدم کو کیوں مارا اور ابلیس
کو قیامت تک کی مہلت کیوں دی تو شاید تم نے ایک بادشاہ کے کتے کی حکایت نہیں
سُنی ہے:۔

حکایت پہلے زمانہ میں کسی بادشاہ کو ایک کتے سے بہت محبت تھی اور یہ کتا بڑا شکاری
اور تعلیم یافتہ تھا چونکہ بادشاہ کا محبوب تھا نہایت مکلف جھول اور سونے کے طوق سے
مزین رہتا تھا آخر جب یہ کتا بوڑھا ہوا اور اسکی عقل میں فتور آیا یہ بادشاہ پر کاٹنے کے
واسطے حملے کرنے لگا بادشاہ نے فرمایا اب یہ کتا ایسا ہے کہ میں اس کا مالک ہوں نہیں پہچانتا
تو اسکو دور کرو اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اسکو جنگل میں لیجاکر چھوڑ آؤ مگر اسکی گردن میں سے
طوق نہ اُتارنا عرض کیا کہ اس میں کیا حکمت ہے فرمایا کہ جب یہ میرے پاس رہتا تھا تو
طرح طرح کی دولت اور نعمت سے حصہ پاتا تھا اب یہ طوق میری طرف سے آخری
دولت اس کے واسطے ہے چنانچہ غلاموں نے ایسا ہی کیا اور اس کتے کو مع طوق کے
جنگل میں چھوڑ آئے اسی طرح ابلیس کا حال سمجھو کہ پہلے یہ قرب اور دولت و عزت میں
تھا پھر جب اس نے اپنے خالق کے سامنے انانیت ظاہر کی اور اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ کہا خداوند
تعالی نے فرمایا یہ ایک مدت تک سبوحٌ قدوسٌ کہتا رہا ہے اور اب اسکی عقل میں نقصان
ظاہر ہوا پس اسکو صحرا ردنیا میں لیجاکر اور چھوڑ آؤ اور میں نے جو اسکی گردن میں مِنَ
الْمُنْظَرِیْنَ کا قلادہ ڈالا ہے یعنے قیامت تک کی مہلت دی ہے وہ اسکی گردن میں سے
نہ اتارنا کیونکہ میری دولت سے یہ اس کا آخری حصہ ہے جب اس مہلت کی مدت پوری
ہو جائے گی اس کے لیے راحت و آسایش نہ ملے گی اسوقت یہ کہے گا کہ اے کاش میں
مٹی ہو جاتا یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا:۔

سوال جب خداوند تعالی نے حضرت آدم کو عدم سے وجود میں ظاہر کیا تو یہ بالکل بے بہرہ

پھر ان کو جنت کے حلّے پہنائے اور تاج کرامت سر پر رکھا قاعدہ ہے کہ کریم جب کسی کو کوئی
چیز عنایت کرتا ہے تو پھر اس سے کبھی واپس نہیں لیتا خداوند تعالیٰ تو اکرم الاکرمین ہے
اُس نے جو آدم کو برہنہ کر کے بہشت سے نکالا تو اس میں کیا حکمت تھی۔

اسی سوال کا اعادہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر ان کی اولاد کو ان
کے نطفہ سے پیدا کر کے عدم سے وجود میں لایا محض اپنی قدرت سے اور خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی
الْاَرْضِ جَمِیْعًا [illegible] آسمان ان پر کیا اور انہیں کیواسطے آٹھ جنتیں ساتوں آسمان
اور چھ جہات اور پانچوں حواس اور چاروں عناصر پیدا کئے اور تمام مخلوق عرش
و کرسی اور لوح و قلم اور بیت المعمور وغیرہ سے آدمی کو پسند کیا اور صندوق صنعت
میں جو جو حکمتیں [illegible] سب اسکو بخشیں اور اسکو ہرگز [illegible]
اور [illegible] اور [illegible] اس کو زینت دی اور اپنی [illegible]
اس کا مسکن بنایا [illegible] تمام نعمتوں کے ابواب [illegible] گیہوں کے
کے سبب [illegible] اِهْبِطُوْا مِنْهَا کا تازیانہ لگا کر جنت سے نکال دیا
اور برہنہ کر کے دنیا میں بھیجا خلافت کے نام کے ساتھ تو اسکو بلند کیا اور معصیت کے نام
کیساتھ اسکو گرا دیا اور [illegible] طرح کی محنتوں اور تکلیفوں میں اس عزت اور دولت کے
بعد اسکو پھنسایا تو آخر اس میں کیا حکمت ہے۔

جواب معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ الحکیم علی الکمال ہے اپنی صنعت اس نے بڑے کمال سے
ظاہر کی ہے پس [illegible] اسکی [illegible] صنعت سمجھنے سے عاجز ہیں تمکو [illegible]
کہ اپنی پوری عقل [illegible] ساتھ اسکی عجائب المخلوقات میں غور کرو تا کہ باریک معانی تم
حاصل ہوں [illegible] تم جانو کہ حضرت آدم سے جو لغزش ہوئی اور [illegible] کہ جو
کچھ [illegible] ایک مثال [illegible]
[illegible] حاصل کرو کہ وہ جب وہ ایک گیہوں کا دانہ کھانے سے [illegible]
[illegible] نکالے گئے اور اس گناہ کے سبب ان [illegible]
لوگو [illegible] حرام کھاتے [illegible] رغبت سے گناہ [illegible]

کیا حال ہوگا تم غفلت میں مخمور اور نعمت کیساتھ مغرور ہو جو سرا سر تمہارے واسطے نعمت ہے آرزو تمہاری طویل ہے اور عمل قلیل حرام وحلال سب کچھ تم نے جمع کر لیا ہے موت کو بھول گئے ہو اور منکر ونکیر کا سوال تم نے فراموش کر دیا ہے پس افسوس ہے تم قہر الٰہی سے کہاں بھاگ سکتے ہو پس جبکہ آدمؑ ایک چھوٹے سے گناہ کے سبب جنت سے نکالے گئے تو ہزاروں گناہوں کے ساتھ تمہارا کیا حال ہوگا۔ اور تم کیسے جنت میں داخل ہو سکو گے :۔

ایضاً خداوند تعالیٰ کا سخت عذاب ظالموں کیواسطے ہے دیکھو ایک گیہوں کھانے کے سبب سے آدمؑ کے حلّے چھن گئے اور جنت سے نکالے گئے پھر وہ ظالم لوگ کیا سمجھتے ہیں جو مسلمانوں کے گھر چھینتے ہیں اور یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں کیا وہ عذاب الٰہی سے اپنے آپ کو صحیح وسلامت خیال کرتے ہیں نہیں بلکہ قسم ہے خدا کی معرفت کا لباس اور ایمان کے حلّے ان سے اُتار لیئے جائیں گے اور محلوں کی فراخ جگہ سے نکال کر ان کو قبر کی تنگی میں انواع عذاب کے اندر مبتلا کیا جائے گا فرماتا ہے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ یعنے خدا کی لعنت ہے ظالموں پر۔

دیگر جب حضرت آدمؑ نے خدا کی نافرمانی کی تو خدا نے فرمایا اے آدمؑ تو نے میری نافرمانی کیوں کی عرض کیا کہ خداوندا میں کون ہوں فرمایا میرے برگزیدہ خلیفہ ہو عرض کیا کہ الٰہی اسپر بھی تو مجھ سے ایک چھوٹے گناہ کی بازپرس کرتا ہے حالانکہ میں تیرا برگزیدہ خلیفہ ہوں فرمایا ہاں تجھ پر صغیرہ گناہ کی بابت عتاب اس واسطے کیا جاتا ہے کہ تمہاری اولاد کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرے :۔

دیگر اے آدمؑ تم خلقتاً قوی اور زبردست ہو تمہاری اولاد امت محمدیہ کے لوگ کمزور اور ضعیف ہوں گے میں نے تم سے ایک گناہ صغیرہ کا مواخذہ کیا ہے اور تم دو سو برس روئے ہو ان کے تین سو گناہ کبیرہ ہر ایک امت سے بخش دوں گا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

دیگر آدم علیہ السلام سے جو حلّہ اور تاج اُتار لیا گیا اس واقعہ سے تم کو عبرت حاصل کرنی چاہیے اور تم جان لو کہ جود و کرم سے بڑھکر کوئی چیز نہیں کیونکہ جود معبود کی صفت

ہے اور بندے کی صفت ہو دست بکھ چونکہ شیطان کے وسوسے سے حضرت آدم کا حلہ اور تاج
اتر گیا اور آپ برہنہ رہ گئے تو جنت میں حیران پھرتے تھے اور درختوں سے اپنے ستر
ڈھانکنے کے واسطے پتے مانگتے تھے چنانچہ آپ گیہوں کے درخت کے پاس گئے اور
سوال کیا گیہوں نے کہا اگر میرے پاس پتے اور لباس ہوتا تو میں خود ہی برہنہ کیوں
رہتا آپ وہاں سے آگے بڑھے تو دیکھا کہ انار کا درخت دلہن کی طرح سے آراستہ
نہایت زینت کیساتھ سر پر سہرا اوڑھنی اوڑھے رخساروں پر خون عاشق کی سرخی کا غازہ
ملے ہوئے کھڑا ہے حضرت آدم نے اپنا رنج وغم بیان کر کے پتوں کا سوال کیا اس نے جواب
تک نہ دیا اور ندا آئی کہ اے آدم اسکو چھوڑ دو کیونکہ عورت کی آواز بھی سننی بری ہے پھر حضرت آدم
سیب کے درخت کے پاس آئے اور اسکو نہایت ہی رنج وغم میں گرفتار پایا آنکھوں سے اسکی
آنسو جاری ہیں آپ نے دل میں کہا کہ زخمی سے مرہم مانگنا نادانی ہے پھر وہاں سے
آگے چل کر ناشپاتی کے درخت کے پاس پہونچے اسکو بھی سر جھکائے اپنی حالت میں
پریشان پایا پھر وہاں سے شفتالو کے پاس گئے دیکھا تو اس کا بھی پیاس کے مارے حال
تباہ ہے اور باریک پتوں کے لباس سے اسکی ٹہنیوں کا رنگ سیاہ ہو گیا ہے یہاں
سے بھی حضرت آدم آگے چلے دیکھا تو انگور کا درخت صحرا میں بیٹھا ہوا اپنے پتوں کے سبز
سایہ میں زلف کج رخساروں پر پھیلائے نہایت خوشی کیساتھ چنگ بجا رہا ہے آدم علیہ السلام
نے کہا کہ اگرچہ اس کے پتے بہت ہیں مگر لکڑیاں بھی اس میں بہت ہیں اس سے
مانگنا جائز نہیں پھر وہاں سے آپ اخروٹ کے پاس آئے اور دیکھا کہ یہ اندھیرے
میں بغیر دروازے کے مکان میں بیٹھا ہے حضرت آدم نے کہا اگر اس میں مروت
ہوتی تو ضرور اس مکان میں دروازہ ہوتا پھر وہاں سے آپ بادام کے پاس
آئے اور دیکھا کہ وہ مطربہ عورت کی طرح بیٹھا ہے اور چنگ بجانے کو ہاتھ بڑھا رہا
ہے آپ نے کہا مطربہ کے کپڑوں سے نفع اٹھانا اچھا نہیں ہے پھر وہاں سے آپ درخت
انجیر کے پاس پہونچے یہ نہایت خوش اخلاق تھا اور تصوف کی پوری تعلیم اس نے
پائی تھی چونکہ حضرت آدم اس کے ہاں مسافرانہ مہمان تھے اس نے آپ کی بڑی مدارات

کی اور استقبال کر کے اپنی خانقاہ میں لے گیا اکرام و اعزاز کے ساتھ حق خدمت بجا لایا اور اپنی شیرینی کے ساتھ اِن کی مہمانی کی اور دو حُلّے لا کر ان دونوں کے آگے رکھدیئے چونکہ انجیر نے حضرت آدم کے ساتھ یہ سلوک کیا تو خداوند تعالیٰ نے اسکو عزت دی اور قرآن شریف میں اسکی قسم کہائی وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ تاکہ تم جانو کہ سخاوت و کرم کا خدا کے ہاں بہت بڑا مرتبہ ہے اور منافق سے جود و سخا صادر نہیں ہوتی کیونکہ اس کے واسطے ظاہر و باطن کی صفائی درکار ہے اور منافق کا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا ہے پھر جود و سخا اس سے کیونکر صادر ہو اور منافق ہی کی طرح ابلیس لعین کا باطن بھی اس کے ظاہر کے خلاف تھا اسی سبب سے جود و سجود اس سے صادر نہیں ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ کے ساتھ خداوند تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کی قسم کہائی ہے یعنے جیسے انجیر کی قسم کہائی ہے ایسے ہی حضرت ابوبکرؓ کی قسم کہائی کیونکہ جیسے انجیر نے حضرت آدم کو لباس دیا ایسے ہی حضرت ابوبکرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس دیا تھا اسی سبب سے انجیر کی لکڑی جلائی نہیں جاتی ہے اور جس گھر میں اسکی لکڑی جلائی جاتی ہے اس کے رہنے والے فلاحیت نہیں پاتے ہیں کیونکہ اس کا جلانا ضرر پیدا کرتا ہے اور یہ سارا اثر اسی بخشش کا ہے آسمان کی بلندی اور زمین کی کشادگی اور بارش کا برسنا یہ سب رحمت الٰہی کے آثار ہیں پس جان لو کہ سب چیزوں سے اشرف اور بزرگ جود و سخا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اَلْجَنَّةُ دَارُ الْاَسْخِيَاءِ یعنے جنت سخی لوگوں کا گھر ہے:-

سوال یہ بات معلوم ہے کہ انبیا علیہم السلام کے نفوس میں نقصان مرکب نہیں ہوتا اور نہ کسی طرح ان میں واقع ہو سکتا ہے پھر ابراہیم علیہ السلام نے کواکب کی نسبت یہ کیوں کہا کہ یہ میرا پروردگار ہے اس میں کیا راز پوشیدہ تھا:-

افادہ ابراہیم علیہ السلام خلّت کا لباس پہنے تھے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا اور طمانیت کی شراب آپ نے نوش فرمائی تھی وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کعبہ میں آن کر آذان کہتے تھے وَاَذِّنْ لِلنَّاسِ اور اپنے بیٹے اسمٰعیل کے ذابح تھے اور بہت سے انبیا کے جد امجد صاحب ملت معدن سخاوت اور مظہر وفا و فتوت ہیں فرماتا ہے وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِیْ

وَلِی پس باوجود ان تمام کرامات کے ابتداء امر میں آپ نے کواکب کی اقتداکیوں کی اور آخر میں پھر ان سب سے رجوع کیا اور فرمایا فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے یہ سب میرے دشمن ہیں سوا پروردگار عالم کے:-

جواب بھائیو اچھی طرح غور سے سنو میں اس مسئلہ کے تمام حقائق و معارف تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں - ابراہیم علیہ السلام نے جو کواکب کی نسبت هٰذَا رَبِّیْ فرمایا یہ طبعی طور سے نہ تھا بلکہ شرعی طور سے تھی کیونکہ آپ کی قوم کے لوگ علم نجوم کا اعتقاد رکھتے اور اسپر عمل کرتے تھے اور جب اُن میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرتا تو پہلے علم نجوم سے مدد لیتا اور کہتا تھا کہ نجوم سے یہ کام ایسا معلوم ہوتا ہے پس اسی وجہ سے حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یعنے یہ نجوم اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عنقریب میرا رب مجھکو اپنی طرف ہدایت کرے گا:-

ایضاً معلوم ہو کہ جب حضرت ابراہیم نے راہ ثواب تلاش کرنی شروع کی تو پہلے اپنی والدین کی طرف نظر کی اور دل میں کہا کہ شاید یہی میری رہنمائی کا سبب ہوں مگر جب اُن کو گمراہی پر مُصر پایا تب اُن کو چھوڑ کر خیال کیا کہ والدین کی طرف سے ہدایت نہیں ہے اور شمس و قمر و نجوم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ یہی میرا پروردگار ہے شاید یہی میری رہنمائی کریں مگر جب اُنکو بھی غروب ہوتے دیکھا تو فرمایا میں غروب ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور پھر آپ بتخانہ میں گئے اور بتوں کو خاموش دیکھکر نہایت ہی غصہ سے اُن کو توڑ ڈالا تاکہ بت پرست اس بات کو جان لیں کہ بت کچھ نہیں کر سکتے ہیں اور اُن کی پیروی میں گمراہی ہے پھر آپ نمرود کے پاس آئے کہ شاید یہاں کچھ مطلب نکلے راستہ میں ایک شکستہ پتھر کو یہ کہتے سُنا کہ پاکی ہے اُس ذات کو جس نے مجھکو نمرود اور اُس کے لشکر کی ہلاکت کا سبب بنایا ہے تب حضرت ابراہیم نے کہا کہ ہدایت اور قبول نہ والدین نہ نمرود اور نہ نجوم کی جانب سے ہے بلکہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے جانب سے ہے کہ وہ سب کا خالق اور پروردگار ہے پس اسوقت آپ نے سب کی طرف سے مونہہ پھیرا اور

خدا کی طرف متوجہ ہوئے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔

دیگر جب صغر سِن میں بچے کی ذکاوت کا تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو اسکی ماں کے علاوہ کسی غیر عورت کا دودھ اسکو پلا دیتے ہیں پس اگر بچہ ذکی ہوتا ہے اس دودھ کی قے کر دیتا ہے کیونکہ اس کا دل اسکو قبول نہیں کرتا اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو خداوند تعالےٰ نے ابتدا سے اپنی رحمت کیساتھ پرورش کیا فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ پھر کواکب کو دکھا کر ان کا تجربہ کیا تو انہوں نے ان کو قبول نہ کیا پس خدا نے انکو اپنا دوست بنایا انہوں نے ماسویٰ اللہ کو چھوڑ دیا اور کہا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ط پس تم حضرت ابراہیم کی نسبت بدگمانی نہ کرو کہ انہوں نے کواکب کو ھٰذَا رَبِّیْ کہا ہے کیونکر جو ایسا گمان کرے گا وہ کافر ہے کیا تم نہیں جانتے ہو کہ حضرت ابراہیم از راہ سیّدہ محمدی کے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فراش تھے۔ جسکی ابتدا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم جب غار سے باہر تشریف لائے تو نور محمدی نے آپ کو آواز دی کہ اے دادا ابراہیم میں ملکوت کا سفر کرنا چاہتا ہوں راستہ تاریک اور رات اندھیری اور منازل پُر خطر اور راستے کانٹوں سے بھرے ہوئے ہیں تو میں ان تمام آفات سے صحیح و سالم کیسے گذر سکتا ہوں حضرت ابراہیم نے فرمایا اے محمدؐ تم فکر نہ کرو میں تمہارا فراش ہوں لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کے جھاڑو سے تمام کانٹے دور کر دیتا ہوں اور تم سے پہلے آکر میدان کو صاف کرتا ہوں چنانچہ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو دیکھا کہ ہاتھ میں جھاڑو لئے ہوئے کھڑے ہیں چنانچہ حضور نے نجوم و افلاک کسی کی طرف توجہ نہ کی اور سالم و غانم تشریف لے آئے ۔

دیگر ھٰذَا رَبِّیْ میں ہمزہ استفہام مضمر ہے یعنے کیا یہ میرا رب ہے اور یہ بھی اسکے معنے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے ایک قوم کو نجوم کے تئیں سجدہ کرتے ہوئے

دیکھکر فرمایا کہ کیا یہی میرا وہ رب ہے کہ جسکو میں سجدہ کروں میں اُن چیزوں سے بری ہوں جنکو تم خدا کا شریک کرتے ہو۔

سوال یہ بات معلوم ہے کہ اطمینان اور یقین انبیا اور اولیا کا خاصہ ہے پھر حضرت ابراہیم نے کیوں کہا کہ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی پھر فرمایا وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ اسکے اندر کیا مصلحت تھی :۔

ارشاد یہ بات معلوم ہے کہ انبیا مقام یقین کے ساکن اور صومعہ تمکین کے ملازم ہیں اور ان کے عقائد میں شک وریب کو راہ نہیں اور جو بات اور لوگوں کو سننے سے معلوم ہوتی ہو وہ انکے سامنے عیاں ہے اور یہ اسکی حقیقت سے آگاہ ہیں خصوصاً حضرت ابراہیم جو شمع وفا کے روشن کرنے والے اور شرایع صفا کے جاری کرنے والے ہیں وَاِبْرَاهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی۔ جنہوں نے تمام کائنات سے اعراض کیا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ ۔ اور نمرود سے احیاء موتی کے بارے میں مجادلہ کیا اور فرمایا میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور آپ مدرس ملکوت تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اور نقل اسرار جبروت تھے فرماتا ہے اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۔ پس ایسا شخص جو دین کا ہادی اور اسرار یقین کا صاحب ہو اور پھر وہ کہے رَبِّ اَرِنِیْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى یعنے اے میرے پروردگار تو مجکو دکھا کہ تو مردے کو کس طرح زندہ کرتا ہے اور پھر متردد ہوکر کہا لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ یعنے یہ سوال اسلئے کرتا ہوں کہ میرے دل کو اطمینان ہوجائے چنانچہ خدا نے فرمایا کہ چار پرندے پکڑ لو ایک مور دوسرا مرغ اور تیسرا بطخ اور چوتھا کوا تھا تین یا پانچ پرندے کیوں فرشتہ پر کی کیوں تخصیص کی

جواب معلوم ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال اپنے عقیدے میں تردد یا شک کی وجہ سے نہیں کیا تھا جو ان کی قدرت میں انکو واقع ہوا ہو بلکہ یہ سوال انھوں نے طلب کیفیت صنع باری تعالیٰ جاننے کیواسطے کیا تھا کیونکہ اگر یہ سوال شک میں ہوتا تو اسطرح ہوتا کہ اے پروردگار کیا تو مردے کو زندہ کرتا ہے۔

ایضاً حضرت ابراہیم کو قدرت خداوندی میں کچھ شک نہیں تھا بلکہ اس بات میں شک تھا کہ آیا میں خدا کا خلیل ہوں یا نہیں یعنے اگر میں خلیل ہوں تو ضرور میرے ہاتھ پر مردے کو زندہ کرائے گا۔ معلوم ہو کہ حضرت ابراہیم نے جب حضرت خاتم المرسلین کی خبر اپنے صحف میں پڑہی اور معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں ایک شخص آمنہ کے شکم سے پیدا ہو کر نبی ہونگے وہ صاحب آیات و معجزات اور خلاصۂ انبیا و مرسلین اور کل مذاہب کے ناسخ ہونگے انکے شریعت کی شعاع فرش سے لیکر عرش تک پہیل جائیگی اور فلک و جن و انس سب انکی خاتم تسخیر کے مسخر ہونگے انکی علو شان ایسی ہے کہ انکے اثر قدم تک وہم نہیں پہونچ سکتا اور وہ حضرت ابراہیم ہی کی اولاد سے خدا کے دوست ہیں پس جب حضرت ابراہیم نے صحف میں اپنی یہ تعریف ملاحظہ کی کہ آپ تمام انبیاء کے جد بزرگوار ہیں اور آپ کی یہ نشانی ہے کہ خدا آپکے ہاتھ سے مردے کو زندہ کرائے تو آپکو شک واقع ہوا کہ آیا میں ہی وہ خلیل ہوں یا نہیں تب آپ نے مناجات میں عرض کیا کہ رَبِّ اَرِنِی کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی پس ندا آئی کہ کیا تمھارا ایمان اس بات پر نہیں ہے عرض کیا کہ ہاں ہے مگر میرے دل کو اطمینان ہو جائیگا کہ میں وہی خلیل ہوں۔

دیگر حضرت ابراہیم کی خدمت میں ایک جماعت حاضر ہوئی اور انکے سردار کا نام قلبی تھا اور انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ خدا سے عرض کرکے مردے کو زندہ کریں تو ہم آپکے ہاتھ پر ایمان لے آئینگے۔ تب آپ نے عرض کیا رب ارنی کیف تحی الموتی اور خدا نے جواب دیا کہ کیا تم ایمان نہیں لائے عرض کیا کہ ہاں مگر اسواسطے کہ قلبی کو اطمینان ہو جاوے یعنے اس شخص کو جسکا نام قلبی ہے اور اسکے مطمئن ہو جانے سے اسکے سب ساتھی مطمئن ہو جائینگے اور چار پرندوں کا حکم فرمانے میں ایک بھید ہے جسکو اہل عقل اور راسخ سمجہ جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ خداوند تعالی نے جو فرمایا اے ابراہیم چار پرندے پکڑ لو اور ذبح کرو یعنے چاروں عنصروں کو جو چاروں طبائع ہیں توحید کی چہری سے ذبح کرو تاکہ انکو ارکان جو بنا اسلام ہیں ثابت ہو جائیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے

فرمایا ہے کہ اسلام پانچ باتوں پر بنا کیا گیا ہے اور یہ تجھ سے بعد تمہاری اولاد پر بھی
لازم ہے تو حضرت ابراہیم نے کہا کہ پہلے میں مرغ کا سر کاٹتا ہوں کہ کیونکہ یہ آتشی ہے
اور آتش ہی خواہشوں کی بادشاہ ہے اور اسی سے خواہشیں پیدا ہوتی ہیں اور مرغ
کے سر میں شہوت ہے اور اسی سبب سے اسکی آنکھیں سرخ رہتی ہیں اور جس شخص کی آنکھ
خون کی طرح سرخ ہو۔ جان لو کہ شہوت اس شخص میں بہت غالب ہے پس مرغ کے
ذبح کرنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے شہوت کو قتل کیا اور پھر اسکے بعد
آپ نے طاؤس کو قتل کیا کیونکہ طاؤس خاکی ہے اور خاک ہی حضرت ابراہیم کی اصل
ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی اصل سے باہر آجاؤ۔ اور پھر آپنے بطخ کو قتل کیا۔
کیونکہ بطخ پانی کا جانور ہے اور پانی کل اشیاء کی حیات کا باعث ہے فرماتا ہے
وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۔ پس مطلب یہ ہے کہ اپنی اس مجازی زندگی
کو چھوڑ دو تاکہ حیات سرمدی حاصل ہو اور پھر آپنے کوے کا سر جدا کیا کیونکہ کوا ہوائی
ہے اور ہوا سب سے بڑی چیز ہے مطلب یہ ہے کہ اپنی حرص ہوا اور تکبر کو دور کرو تاکہ
خلیل بنجاؤ۔ پس طیور اربعہ سے عناصر اربعہ مراد ہیں اور یہی طبائع اربعہ ہیں جن سے
اولاد آدم کی پیدائش ہوئی ہے اور ان کے قتل کرنے سے مراد یہ ہے کہ اے
ابراہیم اور امت مومنو تم اپنی شہوتوں اور نفس و تکبر کو قتل کرو اور طبائع اربع سے
باہر آجاؤ اور ان کے مقاصد و اغراض کو چھوڑ دو تاکہ تم میری خلت اور دوستی کے
اہل بنو اور میری رحمت تم پر واجب ہو جائے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ
جب تو رحمت میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اپنے نفس سے وحشت کر۔
دیگر جب حضرت ابراہیم نے ان چاروں پرندوں کو قتل کیا اور خدا نے پھر انکو
زندہ کر دیا اسکے اندر بہت سے اسرار ہیں یعنی چاروں طبائع تمہارے نفس
میں مثل مردہ کے ہیں کیونکہ تم نے اُن سے طاعت نہیں کرائی پس اے مومن
تم ان اپنے چاروں اعضاء کو دھو کر زندہ کرو فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ
إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ یعنی دھوؤ اپنے

منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور دہو و پیروں کو ٹخنوں تک تاکہ تم غفلت از معصیت سے خلاصی حاصل کرو اور شہوات نفسانی تم سے دور ہوں موت از زنات تم کو نصیب ہوا۔ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ بَلْ يَنْتَقِلُوْنَ الخ۔ یعنے اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ نقل مکان کرتے ہیں۔

دیگر گویا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے تیرے اعضا اور اجزاء جسم خواہشات نفسانی میں مردہ ہیں پس اگر تو ان کو زندہ کرنا چاہتا ہے تو اپنے چاروں اعضا کو دھو تاکہ تیری محبت کا صدق اپنے ظاہر ہو اور اپنے مولیٰ کی اطاعت میں جلدی کر تاکہ حیات ابدی تجھکو نصیب ہو۔

سوال خداوند تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو انکے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل کے ذبح کرنے کا کیوں حکم فرمایا اور دنبہ بھیجکر کیوں اس قربانی کا بدلہ کیا اور فرمایا وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ یعنے ہم نے فدیہ دیا انکو ذبح عظیم سے سابق اور بجز حضرت اسمٰعیل اور اولاد ابراہیم پر سے انسان کی قربانی کا حکم اٹھا دیا کسی مومن کو اپنے بچے کے ذبح کرنے کا حکم نہیں صرف دنبہ وغیرہ کی قربانی کا حکم ہے اسمیں کیا حکمت ہے:

اتحاد ہمارے اکثر بھائی یہ سوال کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حلیم علی الکمال نے جو اپنے حضرت ابراہیم کو انکے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم فرمایا تو اگر اس سے اُس کا یہ مقصد تھا کہ اپنے خلیل کی آزمائش کرے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ عالم الغیب ہے آسمان اور زمین کی کوئی ظاہر اور پوشیدہ بات اس پر مخفی نہیں دلوں کے سامنے بھید جانتا ہے اور اگر اس سے مراد ہے کہ حضرت ابراہیم سے کوئی لغزش سرزد ہوئی تھی تو وہ خود فرماتا ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔ یعنے کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا ہے پھر حضرت اسمٰعیل کیسے ذبح ہو سکتے تھے نیز سنت الٰہی کے ادراک سے بندوں کا عجز اسکو معلوم ہے دیکھو کہ حضرت موسیٰ نے طلب رویت کا سوال کیا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے ایسے ہی حضرت ابراہیم نے احیاء موتیٰ کا سوال کیا اور طیور نے موت کا مزہ چکھا اور ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کیا اور قمر حضور کی دعا سے دو پارہ ہوا۔

حضرت ابراہیم کیواسطے خلت اور قربت کی نہ آئی اور حضرت اسمٰعیل کو ذبح کی اور سب
بڑھکر تعجب کی بات یہ ہے کہ اس نے حضرت ابراہیم کو تو ذبح کرنیکا حکم دیا اور چھری کو
قطع کرنیسے منع کر دیا اور اسکے بدلے دنبہ کو ذبح کرایا تو اب ارادۂ الٰہی پر ایسے معما کے
حل کرنے میں کیا توجیہ ہے اور حضرت ابراہیم جیسے شخص کے بارہ میں کہ جنکی شان
میں سورہ نساء کے اندر خدا فرماتا ہے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا ۔ یعنے خدا نے
حضرت ابراہیم کو برگزیدہ کیا اور اپنا دوست بنایا۔ اور خدا نے انکی مدح یہ کہکر فرمایا۔
وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى اور تمام ملکوت آسمان و زمین کی انکو سیر کرائی اور انہوں
نے سیف جہادت قبول کئے یہ قطع کئے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو پھر ایسے شخص
کو خداوند تعالیٰ نے کبھی تو دشمنوں کے ہاتھ میں قیدی بنایا اور کبھی نمرود کی آگ
میں ڈلوایا اور کبھی مکہ کے صحرا بے آب و گیاہ میں رہنے اور بسنے کا حکم دیا چنانچہ
سورہ ابراہیم میں حضرت ابراہیم کا قول فرماتا ہے رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ
بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ ۔ یعنے اے میرے پروردگار میں نے اپنی اولاد یعنے بعض
اسمٰعیل کو مکہ کے صحرا بے گیاہ میں رہنے کا حکم دیا ہے اور پھر کبھی حضرت ابراہیم کو انکے
فرزند کے ذبح کرنیکا حکم فرماتا ہے اور کبھی دنبہ کے ذبح کرنیکا تو ان تمام باتوں کے اندر حکمت کیا ہے
جواب میں ان سوالات کا انشاء اللہ تعالیٰ ایسا شافی جواب دیتا ہوں جس کے
تمام اشکال رفع ہو کر دلوں کو شفاء کامل ہو گی اور سامعین کے سینے شک اور
خیالات فاسدہ سے صاف ہو جائینگے اور میں اپنی وسعت و طاقت کے موافق صنائع خداوندی
کے دقائق ظاہر کروں گا۔ معلوم ہو کہ ازل سے سنت الٰہی اسی طور پر ظاہر ہوتی ہے
کہ جس شخص کو خداوند تعالیٰ اپنے بندوں میں اپنی محبت کے واسطے مخصوص کرتا ہے اسکو
اپنے سوا سب کی طرف سے منقطع کر دیتا ہے تاکہ وہ غیر خدا کے ساتھ مالوف نہ ہو کیا تم
نے حضرت محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال نہیں سنا کہ آپ کو چند روز
حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کیجانب کسقدر توجہ زیادہ دی تھی تو خداوند تعالیٰ نے
منافقوں کے فتنہ میں آپکو مبتلا کیا اور جب امام حسن و حسین علیہما السلام سے آپکی محبت

ظاہر ہوئی جبرئیل زرہ اور تلوار لیکر حاضر ہوئے اور بہشت کی خوشبو انکو پسند
آئی تو آپکے دندان مبارک شہید ہوئے تھے غرض حضرت خلیل کو جو اپنے فرزند اسمٰعیل
سے الفت ہوئی لہذا بطور عبرت حکم ہوا کہ اے ابراہیم انکو ذبح کر مطلب یہ ہے
کہ میں نہیں چاہتا کہ تم میرے سوا کسی اور کیطرف متوجہ ہو یا اسکی طرف نظر کرو اور یہی سبب ہے
حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ بلا انبیا اور اولیا اور پھر جو انکے قریب میں انپر موکل
ہے تب حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ اے میرے لڑکے خداوند تعالیٰ مجھکو
حکم فرماتا ہے کہ میں اسکی قربانی کیواسطے تجھکو ذبح کروں اب تو بتا کہ تیری کیا رائے
ہے اسمٰعیل نے عرض کیا اے پدر بزرگوار جو آپکو حکم ہوا ہے اسکو بجا لائیے مجھسے دریافت
کرنیکی کیا ضرورت ہے مولا کے حکم میں بندے کو کیا اختیار ہے اور یہ بات بھی معلوم
کرنی چاہیئے کہ حضرت ابراہیم کو یا اور کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ اسمٰعیل حکم الٰہی کے کیسے مطیع
ہیں کہ بے پروائی کے ساتھ اپنی جان راہ خدا میں تصدق کر دینگے پس خدا نے چاہا کہ اہل
آسمان و زمین کو اس سے مطلع کرے اسلئے ابراہیم کو حکم دیا کہ میری قربانی اپنے فرزند کے
ذبح سے ادا کرو کہ آسمان و زمین کے رہنے والے دیکھیں کہ اسمٰعیل کیسے صبر و رضا
کیساتھ اپنی روح راہ خدا میں نثار کرتا ہے اور اسمیں یہ حکمت تھی کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت
اسمٰعیل کے فدیہ میں دنبہ بھیجا گائیں یا اونٹ نہیں بھیجا اسکے دو جواب ہیں یہ کہ دنبہ
ہابیل کی قربانی تھا جسکے بھیجنے سے یہ معلوم ہوا کہ ہابیل کی قربانی مقبول تھی نیز بزرگوں سے
دنبہ کی قربانی ہوتی آئی ہے اور انکی نیکی اور بھلائی اولاد کو نفع پہنچاتی ہے اور دوسرا جواب
یہ ہے کہ دنبہ جنت کا جانور ہے گائیں یا اونٹ وہاں نہیں لہذا دنبہ کو زیادہ برتری ہے کسی جانور میں نہیں
نکتہ اسی طرح کفار دنیا کے باغات میں عیش و عشرت کر رہے ہیں مومنوں نے اپنے نفوس کو
راہ خدا میں ایثار کر دیا ہے پس قیامت کے روز مومن کا ان کافروں کو پکڑ کر دوزخ
میں ڈالینگے اور مسلمانوں سے کہیں گے کہ یہ تمہارے صدقہ کرکے دوزخ میں ڈالے جاتے ہیں
سوال خدا اس بات پر قادر تھا کہ حضرت ابراہیم کو نمرود کے ہاتھ سے محفوظ رکھتا
اور آگ میں نہ ڈلواتا پھر ایک منجنیق میں بٹھانے اور آتش میں ڈلوانے اور کافر کے

قبضہ میں دینے کے اندر کیا حکمت تھی۔

اعادہ کہتے ہیں کہ جب کسی کو کسی سے نسبت قلبی ہے اور اسکو اپنا دوست
بناتا ہے تو اپنا مال اور اپنی قیمتی چیزیں اسکے واسطے خرچ کرتا ہے اور سوا بہتری
کے اور کچھ اسکے واسطے نہیں چاہتا اسکو کوئی ذرا تکلیف پہنچتی ہے تو اسکو
صدمہ ہوتا ہے تو جب خدا نے حضرت ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تو کیا وجہ کہ انکو
کافروں کے قبضہ میں کر دیا اور نمرود ملعون کو ایسا غالب کیا کہ اس نے آپ کو منجنیق
میں ڈال کر آگ میں پھینکا۔ دیا اس واقعہ سے کفار و شیاطین نے ٹھٹھا مارا انبیاء و
اولیاء کی ارواح نے گریہ کیا فرشتے اور حور و غلمان سب رنجیدہ ہوئے جبرئیل عـ نے
گریبان چاک کیا میکائیل نے منہ پر طمانچے لگائے اسرافیل نے صور منہ سے رکھدیا
عزرائیل کے حواس باختہ ہوئے عرش اور کرسی لرز گئے جن و انس اور تمام فرشتے
زاری میں مشغول ہوئے پس اسکے اندر کیا حکمت ہے:

جواب معلوم ہو کہ حضرت خلیل کو آگ میں ڈالنے کے اندر یہ حکمت تھی کہ خداوند
نے تمام فرشتوں وغیرہ کو اس امر کا نظارہ کرانا چاہا کہ وہ دیکھیں کہ حضرت خلیل
کس طرح اپنے آپ کو پروردگار کے واسطے نثار کرتے ہیں بعض کتابوں میں لکھا ہے
کہ حضرت ابراہیم کو کفار نے نہایت اہانت کیساتھ منجنیق میں بٹھانا چاہا تو آپ نے
فرمایا ہمکو چھوڑ دو میں خود ہی بیٹھ جاؤنگا اور میں توفیق الٰہی کے ساتھ منجنیق کا
قدم منجنیق میں رکھتا ہوں کیونکہ اگر میں بیٹھا نکا کرینگے تو تم مجھپر زبردستی نہیں کرسکتے او
اور آگ سے نہیں ڈرتا ہوں کیونکہ میں یاقوت کی مثل ہوں جو ہرگز آگ سے نقصان
نہیں پہنچاتی ہے بلکہ جب وہ آگ میں ڈالا جاتا ہے اسکا حسن و جمال بڑھتا ہے اسیواسطے
ارادہ الٰہی ہوا کہ حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا جائے تاکہ اہل آسمان و زمین جان لیں
کہ حضرت ابراہیم آگ سے مثل یاقوت کے محفوظ رہینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت
ابراہیم آگ سے یاقوت کی طرح دمکتے ہوئے نکل آئے اور حضرت ابراہیم کو آگ میں
ڈالنے کے اندر یہ حکمت تھی کہ جبرئیل ایک ہزار برس سے یہ کہتے تھے کہ خداوندا

تونے مجھکو ایسی قوت دی ہے کہ جس کے سبب سے میں آسمان و زمین کے پلٹ
دینے پر قادر ہوں اور ایک انگلی سے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر سکتا ہوں خداوند
تعالیٰ کی جناب سے ندا آئی کہ اے جبرئیل کب تک یہ دعویٰ کرتا رہے گا جب
صراف سونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اُسکو کسوٹی پر گھستا ہی اسیطرح اے جبرئیل تو
قوت کا مدعی ہے ہمارے خلیل کے پاس جا اور اپنی قوت کا امتحان کر تاکہ خلت کی
کسوٹی پر تیرے سونے کی کیفیت ظاہر ہو چنانچہ جبرئیلؑ حضرت خلیلؑ کے پاس آئے
اور دیکھا کہ منجنیق پر بیٹھے ہیں جبرئیلؑ نے کہا کہ اے ابراہیم تم کو کوئی حاجت
ہے فرمایا تم سے کوئی حاجت نہیں جبرئیلؑ نے کہا تم آگ سے نہیں ڈرتے.
جسمیں عنقریب گرنے والے ہو فرمایا اے جبرئیلؑ مجھکو تم سے کوئی حاجت نہیں ہے
مجھکو میرے رب کے حکم پر چھوڑ دو کیونکہ بندے اسکی رعایت اور احباب اسکی حمایت
میں ہیں اے جبرئیلؑ تم کیا سمجھتے ہو جس نے خلعت کا لباس پہنا وہ اسکے سوا کسی
دوسرے سے نہیں ڈرتا خدا فرماتا ہے جس نے ہماری ضرب پر صبر نہ کیا وہ ہمارے
قریب سے نکالا گیا جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اے ابراہیمؑ مجھکو اجازت دو کہ میں
تمہارے حادثہ لکھوں جو تم کو درپیش آویں فرمایا اے جبرئیلؑ حادثہ قلم سے
ورق پر لکھا جاتا ہے اور اگر تم میرا حادثہ شوق پتھروں اور لوہے پر لکھوگے تو وہ
پگھل کر فنا ہو جائینگے تو جب پتھر اور لوہا میرے شوق کے اٹھانے پر صبر نہیں کر سکتے
تو قلم اور ورق کیسے صبر کر سکیں گے. اے جبرئیل تم مجھکو آگ سے ڈرانے آئے ہو
کیا یاقوت آگ سے جل جاتا ہے اور کیا سمندر آگ سے خوف کرتا ہے کیا تم مجھکو ان
دونوں سے بھی کم سمجھتے ہو اگر تم کو شوق کی ماہیت معلوم نہیں ہے اے جبرئیل تم جو
ایک مدت دراز سے قوت کا دعویٰ کر رہے ہو تو جب جانیں کہ تم آتش نمرود میں داخل
ہو جاؤ اور شوق خداوندی سے اسکو بجھا دو جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ طاقت تو مجھ
میں نہیں ہے اور نہ میں آگ میں تمہاری طرح داخل ہو سکتا ہوں فرمایا تو پھر اس دعوی
کے کیا معنے جو تم کر رہے ہو اور آگ میں داخل نہیں ہوتے اور نہ یوسف کیساتھ

مشہور ہے کہ جمال یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال اس مرتبہ کا تھا کہ شمس و قمر اور
کواکب نے انکو سجدہ کیا اور جو انکو دیکھتا تھا وہ یہ کہتا تھا کہ یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے اور
تیرہ دن کی مسافت سے حضرت یعقوب کو انکی خوشبو آگئی تھی اور انکا خلق اور سخاوت
ایسی تھی کہ اپنے بھائیوں سے انہوں نے کہدیا کہ تم پر کچھ ملامت نہیں ہے خدا تمہارے گناہ
بخشدیگا اور انکے علم کی نسبت خدا فرماتا ہے کہ جب وہ ہوشیار ہوئے تو ہم نے ان کو
علم و حکمت عنایت کیا اور فرماتا ہے کہ علم تعبیر خواب ہم نے ان کو بتایا پس جو شخص ایسی صفات
کیساتھ موصوف ہو انکا چند درہموں کی ذلیل قیمت کیساتھ فروخت ہونے میں کیا حکمت ہے
جواب یہ معلوم ہو کہ حضرت یوسف کا اس ارزاں قیمت کے ساتھ فروخت ہونے
میں ایک سبب تھا اور وہ یہ کہ ایک روز حضرت یوسف نے آئینہ میں اپنا حسن و جمال
دیکھا اور دل میں کہا کہ اگر میں غلام ہوتا تو کوئی میری قیمت نہ دے سکتا پس خداوند
تعالیٰ نے انکے بھائیوں کو آپکے اوپر مسلط کیا اور انھوں نے بہت تھوڑی قیمت یعنی
چند درہموں میں آپکو فروخت کر دیا پس بندے پر لازم ہے کہ اپنے رب کے
سامنے عجز کرتا رہے اور تکبر نہ کرے ہر حال میں اپنا عجز پیش نظر رکھے تاکہ اپنے مطلب
میں کامیاب ہو کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو تکبر کرتا ہے خدا اسکو پست
کرتا ہے اور جو تواضع کرتا ہے خدا اسکو بلند فرماتا ہے بندے میں یہ قدرت نہیں
ہے کہ اپنے نفس کی یا کسی اور شے کی قیمت دے سکے قیمت کا دینا خدا ہی کیطرف سے
ہے کہ وہ جسکو چاہتا ہے عنایت کرتا ہے اور بندہ دیتا ہے اور جو یوسف کیطرح سے اپنے نفس
کو بیش قیمت سمجھتا ہے خدا اسکی قیمت گرا دیتا ہے کہ چند درہموں کے بدلے فروخت ہوتے
ہیں جب سوداگر حضرت یوسف کو مصر میں لیکر پہنچے اور آپکو فروخت کرنے کے واسطے
دلال کے حوالے کیا لوگ آپکو دیکھکر حیران ہوئے اور آپکے حسن و جمال سے متعجب
ہوئے اور ہر ایک نے آپکو خریدنے کی کوشش کی اور اسقدر آپکی قیمت گراں ہوئی کہ
کسی نے تو کہا میں اسکے ہموزن چاندی اور کسی نے کہا میں اسکے ہموزن سونا
دیتا ہوں اور کسی نے کہا مجھسے اسقدر ریشم لے اور کسی نے کہا مجھسے جواہرات و ملکہ

طاقت نہ رکھتا ہو وہ مجاہدہ کرے اور جو مجاہدہ بھی نہ کر سکے وہ روزے رکھے۔
کیونکہ روزہ شہوت کو توڑتا ہی پھر اس آیت میں جو یوسف علیہ السلام کے قصد کرنے
کا ذکر ہے یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے اور شیطان انبیاء کے پاس کیسے پہونچ سکتا ہے
حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ انبیا اولیا سے ستر درجہ زیادہ فضیلت رکھتے ہیں اور
شیطان حضرت عمرؓ کے سامنے سے جو ایک ولی تھے بھاگتا تھا پھر حضرت یوسفؑ کے
پاس جو نبی تھے کیسے گذر ہوا حالانکہ حضرت یوسف نے زنا کے اندیشہ سے سات
گرہیں اپنے کمربند میں لگا رکھی تھیں اور اگر تم یہ کہو کہ زلیخا کا قصد رغبت کا تھا۔
تو پھر زلیخا اور یوسف صدیق میں کیا فرق رہا حالانکہ ان میں سے ایک کامل
اور دوسری ناقص ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ خداوند تعالی
نے شہوت کے دس حصے کئے نو عورتوں کو دیئے اور ایک مردوں کو پھر اگر
حضرت یوسف پر یہ احتمال نہیں ہو سکتا تو اس آیت کے کیا معنے ہیں؟

جواب معلوم ہو کہ آیۂ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا ۔ کے یہ معنی ہیں کہ زلیخا نے
ناجائز قصد کیا تھا اور حضرت یوسف نے نکاح کا قصد کیا اور نیز یہ معنی بھی ہیں
کہ زلیخا کا قصد رغبت کا اور حضرت یوسف کا ہیبت کا تھا اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس
آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اور معنے اسکے یہ ہیں کہ اگر یوسف پیغمبر رب کی برہان
نہ دیکھتے تو زلیخا کا سا قصد کرتے اور اس قسم کی تقدیم و تاخیر قرآن شریف
میں بہت جگہ ہے جیسا کہ اس آیت میں وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا
لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۔ اور اس آیت میں وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا
لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ جو زلیخا کا قصد شہوت پر دلالت کرتا ہو حضرت یوسف
کا قصد بہ نیت [illegible] نکاح کی قدرت ہونا [illegible]
[illegible]
اور جو نبوت سے محروم ہے مرتبہ میں ناقص ہے اور نبوت موصوف بالکمال ہے
جس میں نقصان کا احتمال نہیں پس جب زلیخا نے حضرت یوسف سے اظہار الفت

کیا اور آپکی طرف سے بے اعتنائی ہوئی تو زلیخا نے کہا کہ اے یوسف کیا تم نامرد ہو
تب آپ نے علیٰ وجہ العبرت قصد کیا اور آیت کا یہ مطلب ہوا کہ زلیخا کا قصد بوجہ
شہوت کے اور یوسف کا قصد بوجہ اظہار رجولیت تھا عبرت کے طور پر اور
پھر آپنے خوف عتاب سے اس قصد سے اعراض کیا بسبب دیکھنے برہان و قدرت پروردگار عالم کے اور
معلوم ہو کہ جب کوئی شخص کسی درخت میں پھل دیکھتا ہے اور اسکا دل اسکے کھانے کو چاہتا ہے اگر اس
پھل تک اسکا ہاتھ نہیں جاتا تب وہ پتھر مارتا ہے تاکہ پھل گر پڑے اگر پھل مضبوط ہوتا ہے تو
نہیں گرتا اگر پتھر کے لگنے سے درخت میں جنبش اور لرزہ پیدا ہو جاتا ہے پس اسی طرح
زلیخا نے چاہا کہ درخت نبوت سے پھل حاصل کرے تو اس نے شہوت اور رغبت کے
پتھر مارے مگر چونکہ جمال یوسف کے ثمر کی جڑ مضبوط تھی وہ نہ گرا اور کمال قوت و
عصمت کے ساتھ شجر رجولیت پر ثابت رہا اور صرف درخت رجولیت میں حرکت
واقع ہوئی جسکی نسبت فرمایا ہے کہ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ - اور
زلیخا نے حضرت یوسف کیطرف ہاتھ دراز کرنے سے پہلے ایک کپڑا اٹھا کر اپنے بت کے
چہرے پر ڈال دیا تھا اور پھر حضرت یوسف کیساتھ قصد کیا تو حضرت یوسف نے فرمایا
کہ اس بت پر کپڑا کیوں ڈالا ہے زلیخا نے کہا کہ اس سبب سے کہ یہ میرا معبود ہے۔
اور میں اس سے شرم کرتی ہوں حضرت یوسف نے فرمایا کہ تیرا معبود جو بالکل بہرا
اندھا اور گونگا ہے اس سے تو شرم کرتی ہے تو میں اپنے معبود سے جو سمیع و بصیر
اور لطیف و خبیر ہے کیوں نہ شرم کروں۔ اور اسوقت ہَمَّ بِهَا کے یہ معنی ہیں کہ یعنے
زلیخا کے مقابل سے روگردانی کی۔

سوال حضرت موسیٰ کو پہلے آگ میں اور پھر پانی میں ڈالنے اور آپکے سبب سے
بچوں کو قتل کرانے میں کیا حکمت ہے۔

توضیح یہ بات معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے محبوب اور کلیم اور
نکہت کے ساتھ مزین اور کرامت و افضال کے ساتھ مخصوص اور تاج رسالت
و ہمکلامی کیساتھ تمام لوگوں پر برگزیدہ اور نجات کے ساتھ ممنون تھے کہ

فرماتا ہے۔ وَاَنجَینَا مُوسٰی وَمَن مَّعَهٗ اَجمَعِینَ۔ اور یدِ بیضا کے ساتھ مؤید اور عصا کے ساتھ میرمن تھے عصا اژدہا بنجاتا تھا اور چالیس پیادا نوں کی قوت آپ کے اندر تھی کہ ایک گھونسہ سے قبطی کو ہلاک کیا پس ایسے نبی کی نسبت قیاس یہ چاہتا ہے کہ ان کی پرورش باغوں اور محلوں میں کیجاتی نہ کہ آتش میں اور ان کو زنجبیل اور سلسبیل سے پانی پلایا جاتا نہ کہ دریا نیل کا پانی اور ان کے قدوم میمنت لزوم کے واسطے مردوں کا زندہ کرنا لازم تھا نہ کہ ماں کے پیٹوں میں بچوں کا قتل کیا جانا پس اسکے اندر کیا حکمت ہے۔

جواب معلوم ہو کہ حضرت موسیٰ کے سبب بچوں کے ہلاک کئےجانے میں بہت بڑی حکمت تھی کیونکہ خداوند تعالےٰ بڑا حکیم ہے پوشیدہ و ظاہر سب کچھ جانتا ہے۔ رات اور دن میں کوئی بات اُس پر پوشیدہ نہیں ہے۔ حضرت موسےٰ کی قوم اُس زمانے میں علم نجوم کے اندر بڑا کمال رکھتے تھے اور ستاروں ہی پر اُن کا اعتقاد تھا اور اُن کی بزرگی کرتے تھے۔ اسطرلاب اور تقویم میں حالات دیکھکر غیب کا حکم لگا دیتے تھے۔ پس اسی سبب سے غضب الٰہی ان پر نازل ہوا کیونکہ علم غیب خاص خدا کی صفت ہے پس منجموں نے اپنے علم سے حضرت موسیٰ کی پیدائش کا حال معلوم کیا مگر یہ نہ معلوم کیا کہ ان کے سبب سے اُن کی اولاد ہلاک ہوگی اور اسی سبب سے انہوں نے اپنی اولاد کو ہلاک کرنا شروع کیا کہ کہیں یہ موسیٰ نہ ہو اور خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو انکے گھر سے اس طرح صحیح و سالم رکھا کہ اُن کو خبر تک نہ ہوئی پس یہی ہر ایک نجومی کا حال ہے کہ وہ اپنے علم سے ایک بات کو جانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اسکے اندر اسکی ہلاکت ہے اور اسی سبب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قسم ہے کعبہ کی نجومی جھوٹ بولتے ہیں

حکایت ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ شہر بغداد کے بازار میں جاتے تھے کہ ایک نجومی آپکو ملا جو نہایت مبالغہ سے اپنی تعریف بیان کر رہا تھا آپنے

اُس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ مجھکو تم سے کچھہ باتیں کرنی ہیں کیونکہ تم اپنے فن میں بڑے
کامل اور استاد ماہر ہو ساتوں اقلیموں کے صحت وسقم و ارزانی و گرانی کی خبر
دیتے ہو پس تم تو تمام نجومیوں کے سردار ہو تھوڑی دیر ٹھہرو کہ میں کھانا لے آؤں پھر
ہم تم ساتھ کھائینگے اور میں تمھاری فضیلت سب لوگوں کے سامنے بیان کرونگا
تم مشہور ہو جاؤگے یہ فرماکر حضرت علی گئے اور دو روٹیاں اور ایک پیالہ میں دودھ
لیکر آئے ایک روٹی آپ لی اور ایک نجومی کو دی اور فرمایا کہ ٹکڑے توڑ کر دودھ
میں ڈالو اور خود بھی توڑے پھر اپنے ہاتھ سے سب کو ملا دیا جب نجومی نے کھانے
کا ارادہ کیا تو فرمایا کہ پہلے اپنے علم سے اُن ٹکڑوں کو معلوم کر لو جو تم نے توڑے
تھے نجومی نے کہا میرے علم سے تو یہ معلوم نہیں ہو سکتا فرمایا کہ اے نجومی جب
تو اپنے علم سے ابھی جو ٹکڑے تو نے توڑے ہیں انکو نہیں جان سکتا تو پھر تو آسمانوں
کی خبر کیا جان سکتا ہے نجومی نے کہا کہ اے حضرت کیا آپ ان ٹکڑوں کو جانتے ہیں
جو آپ نے ڈالے ہیں آپ نے فرمایا میں تو علم غیب کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ
سوا خدا کے کوئی اسکو جانتا ہے اُس نے عرض کیا کہ اگر کاش میں اُن ٹکڑوں کو
دیکھ لیتا جو آپ نے ڈالے ہیں تو میں علم نجوم کے اعتقاد سے توبہ کرتا تب حضرت
علی نے خدا سے دعا کی اس برتن میں ایک جوش آیا جو ٹکڑے نجومی نے ڈالے تھے
سب بالکل خشک ہو کر نیچے گر پڑے جنپر دودھ کا اثر تک نہ تھا حضرت علی نے اپنے
ٹکڑوں میں سے تمام حاضرین کو جو تقریباً تین ہزار سے زیادہ تھے کھلایا سب کے
پیٹ بھر گئے اور پیالہ ویسا ہی بھرا رہا۔

نکتہ اے مسلمانو دیکھو خدا نے نجومی کے ٹکڑوں کو حضرت علی کے ٹکڑوں
سے جدا کر دیا اسی طرح وہ اس بات پر قادر ہے کہ قیامت کے روز دوزخ پر
وارد ہونے کے وقت مومنوں کو کافروں سے جدا کر دیگا اور آگ کو حکم فرمائیگا
کہ تم کو نہ جلائے اور آگ کہتی ہی کہ اے مومن مجھسے الگ الگ رہ کہ تیرے نور
نے میرے شعلہ کو خاموش کر دیا۔

لطیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دعا کی برکت سے ایک پیالے سے خلق کثیر
کا پیٹ بھر گیا اور اسمیں سے کچھ کم نہ ہوا پس اگر اسی طرح قیامت کے روز خداوند تعالیٰ
رحمت اور مغفرت سے ببرکت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب گنہگاروں کا شکم سیر کرے تو
کیا عجب ہے کیونکہ حضور ہی کی شان میں سورہ انبیا میں ارشاد فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ
اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی اے محمد ہم نے نہیں بھیجا ہے تم کو مگر رحمت واسطے
تمام عالم کے یعنی تمہارا بھیجنا انکی سعادت اور صلاح معاش و معاد کا موجب ہے
اور کہا گیا ہے کہ فرعون کے حق میں آپ باین معنے رحمت ہیں کہ آپکی برکت سے وہ خسف
اور مسخ اور دیگر انواع عذاب سے محفوظ تھے۔ حضرت موسیٰ کو پہلے آگ میں اور پھر پانی
کے اندر ڈالنے میں یہ حکمت تھی کہ حضرت موسیٰ مثل تلوار کے تھے جسکے ساتھ فرعون
کا سر کاٹا گیا ہو جو بیجا دعویٰ کرتے اور انکا کام کاٹنا ہے بیشک اور تلوار جب
بنائی جاتی ہے تو پہلے اسکو آگ میں تپایا اور پھر پانی میں بجھایا جاتا ہے تاکہ خوب تیز ہو
اور اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی یہ بات معلوم تھی کہ فرعون حضرت موسیٰ کے آگے آگ بنیگا
اور پھر آپ کو دریائے نیل عبور کرنا پڑیگا اسواسطے عادت ڈالنے کیلئے پہلے اس نے
آپکو آگ میں ڈالا پھر پانی میں ڈالا گویا خدا نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ میں تم کو آگ
کا عادی بناتا ہوں تاکہ فرعون جب تمہارے آگے آگ لاوے تو تم اسکو اپنے ہاتھ سے
پکڑ لو تو وہ تمکو ضرر نہ دیوے اور اسیطرح جب تم دریا میں قدم رکھو تو وہ تم کو نہ ڈبوئے۔
لطیفہ حضرت موسیٰ نے آگ ہاتھ میں لیکر منہ میں رکھ لی تھی اور قدرت الٰہی سے
آگ نے آپکو نقصان نہ پہنچایا اور صنع الٰہی سے یہ کچھ تعجب کی بات نہیں اسیطرح
نور معرفت کے سبب گنہگاروں کو بھی دوزخ کی آگ کا نقصان نہ پہنچانا کچھ تعجب
انگیز نہیں ہے بلکہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ گنہگاروں کو بخشدے اور گناہ انکو کچھ
ضرر نہ پہنچائے۔ اور حضرت موسیٰ کے سبب بچوں کے قتل کرانے میں حکمت تھی کہ
شریعت میں قربانی بالغ اور نابالغ سب پر واجب ہے اور حضرت موسیٰ چونکہ خدا کے
کلیم اور صفی و نبی تھے اسواسطے اولاد کفار کی انکے قربانی کیگئی اور خدا کو یہ معلوم

تھا کہ اگر یہ شریر اور نالائق بچّے زندہ رہینگے اور بڑے ہوسنگے تو انمیں سے ہر ایک
فرعون کی طرح الوہیّت کا دعویٰ کریگا اور حضرت موسیٰ کو ضرر پہنچائینگے۔ بہا خداوند
تعالی نے انکی موت کا حکم فرمایا تا کہ حضرت موسیٰ کی نبوت کو ضرر نہ پہنچے نیز جب باغبانہ
یہ چاہتا ہے کہ گلاب کی اچھّی طرح پرورش ہو تو اُسکے چاروں طرف سے کانٹوں
وغیرہ کی صفائی کردیتا ہی سیطرح موسیٰ علیہ السّلام مثل گلاب کے لطیف تھے اور وہ
اطفال مقتولین مثل کانٹوں وغیرہ کے تھے پس آپکی پرورش کیواسطے انکا دُور کرنا
ضروری تھا۔ چنانچہ سورہ اعراف میں فرماتا ہی کہ اے موسیٰ میں نے تجھکو سب لوگوں پر جو
تیری زمانہ میں موجود ہیں برگزیدہ کیا یعنے ان سے جدا کرکے اپنے کام کیواسطے مخصوص کیا اور
ہارون بھی اگرچہ نبی تھے مگر حضرت موسیٰ کے تابع حکم تھے اور وہ کلیم اور صاحب شریعت نہ تھے

سوال یہ بات معلوم ہے کہ خداوند تعالیٰ مربّی ہی اور ربّ ہی نے فرمایا وَاَمَّا
السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ یعنے سائل کو نہ جھڑک پھر حضرت موسیٰ کو کیوں فرمایا کہ لَنْ تَرٰنِی
یعنے تو مجھکو نہیں دیکھ سکتا ہے اسکے اندر کیا حکمت تھی:۔

توضیح حضرت موسیٰ سلیم القلب تھے اور درخت سے آپکو خطاب ہوا کہ۔
یَامُوْسٰی اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ حضرت شعیب کے داماد اور مکاشفات غیب پر مطلع اور بچپن
میں محفوظ تھے سورہ قصص میں اللہ تعالی فرماتا ہی فَالْقِیْہِ فِی الْیَمِّ یعنے دریائے نیل
میں انکو ڈالا اور یہ صاحب آیات اور امر بھی تھے جو تین مینڈک اور خون وغیرہ
نشانیاں انکو دیگئیں آگ میں ڈالے گئے تو آتش نے جلایا دریا پر گئے تو بھیگے تک نہ
تر ہوئے ماں کی جُدائی کا مزہ دیکھا غربت وفقر کی محنت اُٹھائی رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ
مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ درندوں اور موذیات کے جنگل میں بکریاں چرائیں دریا آپ کے
واسطے مثل سڑک کے ہوگیا آپ اولوالعزم رسول تھے وادی ایمن میں آپکو تجلّی ہوئی
اور شجر اخضر پر نور دکھائی دیا پھر ایسے رسول کلیم اللہ کو لَنْ تَرٰنِیْ کا جواب دیا جانا۔
اور لٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ سے غش ہونا ہمیں کیا حکمت ہے۔

جواب حضرت موسےٰ کو جواب لَنْ تَرٰنِیْ ہونے میں یہ حکمت ہی کہ وہ فرماتا ہی

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
دَرَجَاتٍ ۔ اور دوسرا باب ۔ نَحْنُ قَسَمْنَا الْأَشْيَاءَ قَبْلَ الْبَدْءِ ۔ یعنی ہم نے
لوگوں کی معیشت انکے باہم دُنیا کی زندگی میں تقسیم کردی ہے اور انمیں سے بعض
پر بعض کے درجے بلند کیے ہیں چنانچہ خلت حضرت ابراہیم کا اور کلام حضرت موسیٰ اور
رؤیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے خاص تھی اور تمام انبیاء میں سوا
ہمارے حضور کے کوئی یتیم نہ تھا چنانچہ سورہ والضحیٰ میں فرمایا۔ اَلَمْ يَجِدْكَ
يَتِيمًا فَآوَىٰ یعنے کیا تم کو یتیم نہیں پایا پس جگہ دی یعنے تمہارے واسطے ایسی جگہ
تیار کی جسمیں تم آسایش سے رہو۔ و نیز خداوند تعالیٰ نے یتیم کا مال کھانا منع فرمایا
ہے تو گویا اُس نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ دنیا میں رؤیت حضرت محمد کا حصہ ہے
لہذا تم مجھکو نہیں دیکھ سکتے۔ مریض جب طبیب کے پاس جاتا ہے طبیب اُسکی نبض
دیکھکر اُسکے مزاج کا حال معلوم کرتا ہے اور دوا اسکو بتاتا ہے کہ یہ دوا آج اور یہ دوا
کل پینا مریض کہتا ہے کہ یہ دوا بھی آج کیوں نہ پی لوں طبیب کہتا ہے نہیں آج تیرا
مزاج اس دوا کا متحمل نہیں ہے کل تک صبر کر اسی طرح خداوند تعالیٰ نے مریض عشق
حضرت موسیٰ کو جواب دیا کہ آج تم دیدار کے متحمل نہیں ہو کل قیامت کے روز زائل
ہوگے اور اسوقت تم کو بلا طلب دیدار نصیب ہوگا اور حضرت موسیٰ نے جسوقت
خدا کا کلام سُنا تھا اور اُسی روز سے آپکو مخلوق کے کلام سے نفرت ہوگئی تھی آپ نہ
کی بات سُننی نہ چاہتے تھے اسیطرح اگر آپکو دیدار ہوتا تو آپکو مخلوق سے نفرت ہوجاتی اور
کسیکی صورت دیکھنی پسند نہ کرتے اور یہ بات شان رسالت و تبلیغ احکام کے منافی
تھی اسواسطے دُنیا میں آپکو رؤیت نہ ہوئی اور لن ترانی کا جواب ہوا۔

لطیفہ کتب اخبار میں وارد ہے کہ مجنوں جو لیلیٰ کا عاشق تھا قیامت کے روز
عاشقوں پر حجت ہوگا اور اُسکو مجنوں بنانے کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز اُسنے
ایک شکاری کو ہرنی کا شکار کرتے ہوئے دیکھا مجنوں نے جو ہرنی کی آنکھ پر
نظر کی تو لیلیٰ کی یاد آنے سے دل پر تیر عشق زن ہو گیا اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑا

جب ہوش آیا تو کسی نے پوچھا کہ کیا ہوا تھا کہا کہ اس ہرنی کی آنکھ لیلیٰ کی آنکھ
سے مشابہ ہے بس اسیوقت سے اسکو مجنوں کہنے لگے کیونکہ اُس نے ہرنی کی آنکھ کو
اپنی معشوق کی آنکھ سے تشبیہ دی جو اپنی معشوق کو غیر سے تشبیہ دیگا وہی مجنوں
ہے۔ اسمیں ان لوگوں کیواسطے تنبیہ ہے جو خالق کو اُسکے غیر کے ساتھ تشبیہ دیتے
ہیں انکو بقدر تکلیف دینا واجب ہے کہ انکی عقل درست ہو کر انکا جنون رفع ہو
کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ مجنوں کا باپ لیلیٰ کے پاس آیا اور کہا کہ تو میرے
فرزند کو نصیحت کر اور اپنے جمال سے دکھانے میں دریغ نہ کر شاید کہ وہ صلاح
پر آجاوے لیلیٰ نے کہا کہ اسکو میرے پاس لے آؤ مجنوں کا باپ اسکو ہمراہ لے گیا جب
مجنوں لیلیٰ کے پاس آیا اسوقت ہوا چل رہی تھی۔ لیلیٰ کے جانب کی ہوا لگتے ہی مجنوں
بے ہوش ہو کر گر پڑا لیلیٰ کو نہ دیکھ سکا لیلیٰ نے کہا کہ میرا مجنوں کہ حال وہ دیکھا بخل کی
وجہ سے نہیں ہے بلکہ شفقت کیوجہ سے ہے اسی طرح حضرت موسیٰ کا قصہ ہے کہ خداوند تعالیٰ
کا لن ترانی فرمانا شفقت کیوجہ سے تھا نہ بخل کیوجہ سے کیونکہ جب مجنوں دنیا میں
لیلیٰ کے فانی چہرے کے دیکھنے کی تاب نہ لاسکا تو پھر حضرت موسیٰ دنیا میں خدائے
باقی کے چہرے کا کیسے دیدار کر سکتے تھے۔

سوال یہ بات معلوم ہے کہ انبیا اور صالحین کی ارواح خداوند تعالیٰ قبض کرتا ہے
کیونکہ سورہ زمر میں فرماتا ہے کہ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا یعنی خدا ہی
روحوں کو بوقت موت قبض کرتا ہے جو خدا سے زیادہ [illegible] ظاہری تعلق
منقطع ہوتا ہے نہ باطنی پھر موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو طمانچہ کیوں مارا جبکہ
وہ آپ کی روح قبض کرنے آئے [illegible] قریب تھا کہ انکی آنکھ نکل پڑی
حضرت موسیٰ نے اپنے آپ کو [illegible] حالانکہ آپ جانتے تھے
کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے آئے ہیں پس انہیں کیوں [illegible]۔

توضیح روح ایک لطیفہ غیبیہ [illegible] ہے جس کی حقیقت سے عقل
عاجز اور جس کی ماہیت سے فہم قاصر ہے خداوند تعالیٰ نے تمام اسرار [illegible]

ملک الموت کو جو ایک مقرب فرشتہ ہے جان نہ دی تو اسکا کیا مطلب ہے۔

جواب معلوم ہو کہ روح کا قبض کرنا اور نکالنا خدا کے قبضہ میں ہے ملک الموت کی قدرت میں نہیں کہ روح کو قبض کر سکے۔ جبتک کہ روح حکم الٰہی سے اپنے آپ کو اسکے سپرد نہ کرے کیونکہ خداوند تعالیٰ ہی نے ہر ایک ذی روح کو روح عنایت کی ہے اور اس کا اصلی واقعہ یہ ہے کہ جب خداوند تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ابھی روح نہ پھونکی تو اس کام کا کوئی سبب نہ تھا نہ کوئی علت تھی اور نہ وہاں ملک الموت یا لوح و قلم یا ملک و فلک وغیرہ کسی کا دخل تھا اور نہ کوئی یہ جانتا تھا کہ روح کہاں سے آئی ہے پس جب روح عالم غیب سے آدم کے جسم میں آنے کو ہوئی تو پہلے وہ عرش کیطرف پھر کرسی کیطرف گئی اور جنت و آسمانوں وغیرہ کیطرف اس نے مطلق التفات نہ کیا تمام تاہوں لوٹ کر گئی کیونکہ روح مواد ہویت سے ہے آخر اس نے مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان میں نزول کیا اور یہاں حضرت آدم کا جسم پڑا ہوا دیکھا۔ اسکو دیکھکر حیران ہوئی کہ اس ظلمت و وحشت کے مقام میں کسطرح داخل ہوں میرے واسطے کسیطرح موزوں نہیں ہے میں عروس ملکوت ہوں مجھکو ایسے مکان سے کیا مناسبت اور یہ ویرانہ وحشتناک مقام کیسے ہو سکتا ہے اسکے دھوئیں سے میری عصمت و نزہت کا لباس سیاہ اور میرا حسن و جمال بے رونق ہو جائیگا میں ہرگز اس مکان میں داخل نہ ہونگی۔ خداوند تعالیٰ کی حضور سے ندا آئی کہ اے روح تو اسمیں داخل ہو میں تیرے نور سے اس اندھیرے جسم کو روشن کرونگا روح نے جو یہ خطاب سنا اسکی ہوا نہ تھی سست و مدہوش ہو گئی اور خدا کے فرمان سے کہ داخل ہو جا داخل ہوئی پس اسی طرح جسم سے نکلنا بھی خدا ہی کے فرمان سے ہوتا ہے کہ نکل آ تو وہ نکل آتی ہے فرشتے ناف تک روح کو کھینچتے ہیں کیونکہ انہوں نے آدم کی مٹی کو خمیر کیا تھا اور جسم بنایا تھا پس ناف تک روح کھینچنا انکی اس محنت کی مزدوری ہے پھر خداوند تعالیٰ ملک الموت کو حکم فرماتا ہے اور وہ حلق تک روح کھینچتا ہے اسوقت ملک الموت کو خطاب ہوتا ہے کہ تیرے مٹی لانے کی مزدوری تجھکو ملگئی اب آگے تیرا کام نہیں ہے کیونکہ

پیشانی اور سر سجدے کا مقام ہے اور میں نے اپنی قدرت سے آدم کا چہرہ بنایا ہے پس اب میرے سوا اور کوئی روح کو قبض نہ کریگا چنانچہ فرماتا ہو وَاِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجْعٰی یعنے بیشک تجھے تیرے رب ہی طرف واپس ہونا ہے چنانچہ اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حوالہ کر دیا اور اُف بھی نہ کی کیونکہ آپکی روح خود خداوند تعالیٰ نے قبض فرمائی ورموسی علیہ السلام کے پاس جو ملک الموت آئے تو آتے ہی کہا کہ میں آپکی روح قبض کرنے آیا ہوں حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ تم جسم کے اندر روح کی جگہ جانتے ہو کہا میں نہیں جانتا فرمایا پھر میری روح کیونکر قبض کروگے ملک الموت نے کہا اے موسیٰ حجت نہ کرو اور اپنی روح حوالہ کر دو کہ میں اسکو قبض کر لوں حضرتِ موسیٰ نے فرمایا کہ کس راستہ روح نکالوگے کہا تمہارے منہ سے فرمایا منہ سے تو میں نے خدا سے مناجات کی ہی کہا زبان سے فرمایا زبان سے میں نے توراة پڑہی ہی کہا ہاتھ سے فرمایا ہاتھ سے میں نے الواح کو پکڑا ہے کہا پیر سے فرمایا پیر سے میں طور کیطرف گیا ہوں کہا کان سے فرمایا اے ملک الموت کان سے روح کیسے قبض کروگے کان سے تو میں نے خدا کا کلام سنا ہے غرضیکہ اسی گفتگو میں حضرت موسیٰ کو غصہ آگیا اور ملک الموت کو ایک طمانچہ مارا جسکے صدمہ سے اُن کی آنکھ نکل پڑی معتبر تفسیروں میں لکھتے ہیں کہ عرش کے نیچے خداوند تعالیٰ نے ایک درخت پیدا کیا ہے جسکے پتے انسان کی صورت ہیں اور جب ملک الموت کسی کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو وہی پتہ پہن کر آتے ہیں جیسے کہ جبرئیل ہمارے حضور کی خدمت میں اکثر بشکل دحیہ کلبی آیا کرتے تھے پس ملک الموت کی آنکھ پھوڑنے کا یہ مطلب ہے کہ اس پتہ کی جو صورت تھی اسکی آنکھ پھوڑ دی ملک الموت کی در اصل آنکھ نہ پھوڑی تھی الغرض ملک الموت نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ الٰہی موسیٰ نے مجکو مارا اور میری اہانت کی کہ میں اُن کی روح قبض کرتا حکم ہوا کہ تم زبردستی اُن کی روح قبض کرنے پر قادر نہیں ہو جنت میں رضواں کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ فلاں باغ میں جو ایک سیب کا درخت ہے

اسکے پہلوں پر حضرت احمدؐ کی صورت منقوش ہے وہ سیب لیکر موسیٰ کے
پاس جاؤ اور اُن کو دو وہ اُس کو سونگھکر جان بحق تسلیم کریں گے۔ ملک الموت
نے ایسا ہی کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے جو سیب کو سونگھا فوراً حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی خوشبو آئی اور اسیوقت جان جان آفرین کے سپرد کی۔ اب دیکھو کہ
حبیب اور کلیم میں کیا فرق ہے حبیب نے احد کو جان سپرد کی اور کلیم نے احمد کو
پس کلیم کو حبیب سے کیا مناسبت ہوئی۔

سوال یہ بات معلوم ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پاک پرہیزگار متقی اور
کبیرہ گناہوں سے معصوم تھے ننانوے بیویاں آپکے نکاح میں تھیں پھر آپکی
نگاہ آپکے بھائی اوریا کی بیوی پر کیوں پڑی یہ کیا بات ہے۔

توضیح مطلب یہ ہے کہ حضرت داؤد کو وہ مرتبہ حاصل تھا کہ پرندے آپکی قرات
سنتے تھے اور خلیفہ آپ کا لقب تھا فرماتا ہی یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ
بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔ یعنے اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ کیا
پس حق کے ساتھ لوگوں میں فیصلہ کرو اور علم کیساتھ بھی موصوف تھے فرماتا ہے
یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ اور سینہ آپ کا زبور کی قرات اور نور نبوت کے ساتھ معمور
تھا جالوت اور دیگر کفار کو آپ نے قتل کیا اور لوہے کو بغیر آگ کے آپ نے
پگھلا دیا آپ کی مناجات کو سنکر اڑنے والے جانور آپ کے پاس
صفیں باندھکر بیٹھ جاتے تھے اور خوف خدا سے آپ اسقدر روتے تھے کہ
آپ کے آنسوؤں سے گھاس پیدا ہو گئی تھی پس ایسے نبی سے یہ بات
کیونکر ممکن ہے کہ وہ کبوتر کی سیر میں مشغول ہوکر زبور کی قرات سے باز رہیں
اور یہ بات بھی کیسے ممکن ہے کہ ایسے شخص کی نامحرم پر نظر پڑے اور پھر
وہ اوریا کو ایسی جگہ بھیجیں کہ جہاں وہ قتل ہو اور پھر اُسکی عورت سے
شادی کریں پس اگر حضرت داؤد نے شہوت سے اس عورت کی طرف نظر
کی تھی تو یہ درست نہیں کیونکہ انبیاء آنکھ زنا سے بھی معصوم ہوتے ہیں اور اگر

زیادہ قدر و منزلت رکھتا ہے۔ پانی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ پانی جو نہروں
اور دریاؤں اور بارش کا ہے اور ایک پانی گنہگاروں کی آنکھوں کا ہے۔
یعنی آنسوؤں کا جو خوف خدا سے بہتے ہیں نہروں اور دریاؤں کا پانی تو کپڑوں
کا میل کچیل دور کرتا ہے اور آنسوؤں کا پانی کبیرہ گناہوں سے پاک کرتا ہے۔ دوسرے
پھر کپڑے دھونے کے واسطے ایک مشک یا زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور
گناہوں کے محو ہونے کے واسطے ایک قطرہ آنسو کا کافی ہے۔ دوسرا پرندہ ہابیل کا
ہے جسکو خدا نے قابیل کے پاس بھیجا تھا تاکہ اسکو لاش کے دفن کرنے کا طریقہ بتائے
اور آیہ فَبَعَثَ اللّٰہُ غُرَابًا میں اسکا تذکرہ ہے اور یہ قصہ مشہور ہے۔ تیسرا پرندہ
حضرت نوح کا ہے جسکو آپ نے طوفان کے دفع ہونے کا حال معلوم کرنیکے واسطے
بھیجا تھا۔ چوتھے حضرت ابراہیم کے چاروں پرندے ہیں جنکے حق میں فرمایا ہے۔
فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ ۔ پانچویں حضرت داؤد کا پرندہ ہے جسکے سبب سے
آپکو لغزش ہوئی۔ چھٹا پرندہ حضرت سلیمان کا یعنی ہدہد جس نے کہا تھا اَحَطْتُ بِمَا لَمْ
تُحِطْ بِهٖ ۔ ساتواں حضرت یوسف کا پرندہ ہے یہ دو کبوتر تھے جو حضرت یعقوب کو
حضرت یوسف کی یاد دلایا کرتے تھے کہ آپ روتے اور رنج کرتے تھے۔ آٹھواں حضرت
عمر کا پرندہ ہے اور اسکا قصہ یہ ہے کہ ایک دن حضرت عمر نے خواب میں دیکھا
کہ ایک پرندہ آپ کے سینہ میں چونچیں مار رہا ہے آپ نے حضرت رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تعبیر دریافت کی آپ نے فرمایا کہ اے عمر ایک غلام
تمہارے سینہ پر خنجر مارے گا جس سے تم شہید ہوگے۔ نواں پرندہ حضرت علی کا
ہے جو آپکی شب شہادت میں نہایت اضطرابی کے ساتھ زور زور سے چلا رہا تھا
آپ نے فرمایا کہ اے پرندے تیرے بے وقت آواز کرنے سے کوئی مصیبت
آتی معلوم ہوتی ہے کیونکہ بے وقت زور سے چیخنا مصیبت پر دلالت کرتا ہے
دسواں پرندہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہے کہ جب آپ کربلا میں شہید
ہوئے تو یہ زمین پر گرا اور لوٹتے لوٹتے مر گیا اور اسکے ساتھی دوسرے پرندے

لوگوں سے بیان کیا اور فرمایا میں اسکی پرورش کا زیادہ حقدار ہوں۔
چنانچہ آپ اسکو اپنے گھر لائے اور عبداللہ مسجدی اس کا نام رکھا جب
اس بچہ کا دودھ چھٹا تو یہ تعلیم میں مشغول ہوا اور سات برس کی عمر میں
حافظ قرآن ہو گیا اور بارہ برس کی عمر میں احادیث اور سیر اور دیگر علوم میں شہرہ
آفاق تھا اور یہ نہایت قوی ہیکل توانا و بہادر تھا کشتی میں اپنے تمام ہم عمروں پر
غالب ہوتا ایک روز جو ایک لڑکے کو اس نے پچھاڑا تو اس نے غصے ہو کر اسکو
گالیاں دیں اور کہا تو حرامزادہ ہے یہ بہت غمگین ہوا اور حضرت عمر کے
پاس آکر عرض کرنے لگا کہ یا امیر المومنین کیا آپ میرے والد نہیں ہیں آپنے
فرمایا ہاں میں تیرا باپ نہیں ہوں اور تیری اصلیت یہ ہے کہ تو مسجد میں ایک
کپڑے کے اندر لپٹا ہوا ملا تھا غرضکہ ساری کیفیت اسکے سامنے بیان کی۔
اس نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ
میرے والدین کو تلاش کیجئے ورنہ میں اپنے آپ کو ہلاک کر دونگا۔ آپ نے
فرمایا تو ایک روز کی مجھے مہلت دے کل میں تجھکو بتا دونگا پھر رات کو حضرت عمر
نے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی کہ خداوندا اگر عمر کی تیرے ہاں کچھ
منزلت ہے تو اس لڑکے کے والدین کے حال سے آگاہی دے پھر خواب میں حضرت
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے آپنے فرمایا اے عمر
رنج نہ کر صبح کو تمام مدینہ کی عورتوں کو حکم دو کہ سب ایک راہ سے باہر نکلیں
اور اس لڑکے کو سر راہ کھڑا کر دے اس سے کہدو کہ جس عورت کو دیکھکر تیرے دل
میں جوش محبت پیدا ہو اسے میرے پاس لے آ چنانچہ حضرت عمر نے ایسا ہی کیا اور صبح
ہوتے ہی منادی کرائی کہ تمام عورتیں ایک راستہ سے باہر نکلیں الغرض اس لڑکے
نے عورتوں کو دیکھنا شروع کیا اور جب ایک حسین اور صاحب جمال عورت اسکے
سامنے سے گذری تو اس نے بہت اسکو گھورا اور کہا یہی میری ماں ہے۔
دوسری عورتوں نے کہا کہ تو اس کا بیٹا نہیں کیونکہ اسکی تو ابھی شادی بھی نہیں

ہوئی۔ اس نے کہا کہ تم کچھ بھی کہو میری ماں تو یہی ہے میں اسکو حضرت عمرؓ کے پاس
لے چلتا ہوں الغرض یہ بچہ اس عورت کو لیکر حاضر ہوا حضرت عمرؓ نے اس عورت
سے فرمایا کہ تو اپنا سچا سچا حال ہمسے بیان کردے اور کچھ شرم نہ کر اس نے عرض
کی کہ اے امیر المومنین میں ذات سے بالکل بری ہوں اور نہ کبھی میں کسی مرد سے
آشنا ہوئی البتہ جب میں جوان ہوئی تو ایک روز میں نے ایک شخص نہایت
خوبصورت صاحب جمال کو دیکھا جو لوگوں کے ساتھ جا رہا تھا اسکو دیکھکر مجھ پر
شہوت غالب ہوئی اور میری منی نکل آئی تب میں ایک دیوار کے پاس آئی۔
اسمیں ایک چھتھڑا اڑا سا ہوا دیکھا اسکو نکالکر میں نے اپنے مقام کو پونچھا یہ چھتھڑا
پہلے ہی سے تر تھا اسکے ساتھ پونچھنے سے مجھے بہت لذت آئی تب میں نے اسکو
پھینک دیا اور اپنے گھر چلی آئی ایک ماہ گذرنے کے بعد میرا پیٹ بڑھنا شروع
ہوا گویا میں حاملہ ہو گئی تھی تب میں نے اپنی ماں سے یہ حال بیان کیا اور کہا کہ مدینہ
کے باہر جو ہمارا باغ ہے وہاں چلکر رہو تاکہ میرے حال کی شہرت نہ ہو چنانچہ
وضع حمل تک ہم وہیں رہے اور جب بچہ پیدا ہوا تو میں نے ایک کپڑے میں اسکو
لپیٹا اور دس دینار اسکے ساتھ معہ ایک پرچہ کاغذ کے رکھکر مسجد میں رکھ آئی
اس واقعہ کو اب بارہ سال کا عرصہ ہوا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا اے لڑکے
تجھے خوشخبری ہو کہ تیری ماں کا پتہ چلگیا۔ چنانچہ ماں بیٹے ملکر بہت خوش ہوئے
پھر حضرت عمرؓ نے عورت سے فرمایا کہ تجھکو وہ دیوار یاد ہے جسمیں سے چھتھڑا
نکالا تھا اس نے عرض کیا ہاں یاد ہے آپ نے فرمایا تو یہ میری انگوٹھی لیکر
اسی درز میں رکھدے عورت نے ایسا ہی کیا پھر آپ نے تمام شہر کے مردونکو
حکم فرمایا کہ سب ایک راستہ سے گذریں اور بچہ سے کہا کہ ان میں سے اپنے باپ کو
پہچان چنانچہ اس نے ہر ایک شخص کا چہرہ دیکھنا شروع کیا اور جب ایک خوبصورت
جوان پر اسکی نظر پڑی تو خوشی سے اچھلا اور ایک جوش مارا اور اس کا ہاتھ
پکڑ کر اس نے کہا کہ تم میرے باپ ہو اس نے کہا اے لڑکے میں اب تک شادی

نہیں کی اور نہ زنا کیا ہے بیٹے نے کہا میں تم کو نہ چھوڑوں گا امیر المومنین کی
خدمت میں میرے ساتھ چلو غرضکہ جب یہ حاضر ہوا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ
اے جوان تو نے کبھی شادی کی تھی اس نے عرض کیا قسم ہے خدا کی اے
امیر المومنین میں نے نہ شادی کی نہ زنا کیا صرف میرے ساتھ ایک دفعہ یہ موقعہ
ہوا ہے کہ میں جا رہا تھا جو راستہ میں ایک حسین نوجوان لڑکی پر میری نظر
پڑی اُس کے دیکھتے ہی شہوت نے مجھ پر غلبہ کیا اور مجھے انزال ہو گیا اُسکے
دُور کرنے کو میں ایک دیوار کے پاس گیا اور اپنے کپڑوں میں سے ایک ٹکڑا
پھاڑ کر میں نے اپنا بدن پونچھا اور دیوار کی درز میں اُڑس دیا حضرت نے فرمایا
تم کو وہ درز اب بھی یاد ہے اُس نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا جاؤ اسکے
اندر جو چیز ہو میرے پاس لے آؤ وہ شخص گیا اور انگوٹھی لے آیا آپ نے فرمایا اے
لڑکے تجھے مبارک ہو کہ تیرے ماں باپ دونوں مل گئے پھر فرمایا کہ تو ولد الزنا
یا ولد الحرام نہیں ہے بلکہ تو حکمت الٰہی سے پیدا ہوا ہے زنا کی حقیقت یہ ہے
کہ غیر مرد غیر عورت کے ساتھ دخول کرے۔ اور اسکے بعد حضرت عمر نے ان
دونوں مرد و عورت کا نکاح کر دیا۔

سوال یہ بات معلوم ہے کہ انبیا اور اولیا دُنیا اور مال کی محبت نہیں رکھتے
ہیں کیونکہ یہ خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ پھر سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا
کیوں کی کہ اے میرے پروردگار مجھکو ایسی سلطنت عنایت کر جو میرے بعد
کسیکو نصیب نہ ہو۔

توضیح۔ حضرت سلیمان منجانب اللہ اس خطاب کے ساتھ مخاطب تھے کہ دنیا
ہماری بخشش ہے تمہارے اوپر بے حساب جسقدر چاہو اوروں کو دو یا اپنے
پاس رکھو پرند چرند جن وانس اور ہوا تک سب ان کے مسخر اور تابعدار
تھے چنانچہ فرماتا ہے وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ
اور کل جانوروں اور جن وانس کی بولیاں آپ کو معلوم تھیں فرماتا ہے۔

عَلِمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مچھلیاں پانی کے اندر
آپکی مطیع حکم تہیں اور تمام حیوانات صف باندہے ہوئے آپکی خدمت میں حاضر
رہتے تھے جبرئیل آپکی رکاب کیساتھ چلتے تھے میکائیل سے آپکا بڑا دوستانہ تھا۔
جبرئیل خدا کے احکام اور سلام آپکو پہنچاتے تھے پس جس شخص کے ایسے اوصاف
ہوں اُس سے ایسے سوال کا سرزد ہونا تعجب کی بات ہو کیونکہ دنیا کل اشیا سے
زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض ہے اور پھر دنیا کو آپنے طلب ہی کیا تو ایسے کمالات کیطرح
سے کہ میرے بعد اور کسیکو نصیب نہ ہو اسکے اندر کیا فائدہ اور کیا حکمت ہے۔
جواب معلوم ہو کہ حضرت سلیمان کو دنیا کی خواہش نہ تہی اور نہ محبت کے سبب سے
اسکو آپ نے طلب کیا تہا بلکہ صرف اسواسطے کہ اسکے امور و احکام آپ اپنے
تصرف میں لیں اور اسمیں کچھ اندیشہ نہیں ہے اندیشہ تو اسمیں ہے کہ دنیا کی محبت
دل کے اندر جاگزیں ہو وے کیونکہ جس رومال میں روپیہ باندہتے ہیں وہ سیاہ ہو جاتا
ہے ایسے ہی اسکی محبت سے دل سیاہ ہوتے ہیں حضرت ابوبکر کے پاس دنیا تہی
مگر دل میں نہ تہی کہ ایک دن میں آپ نے چالیس ہزار دینار راہ حق میں خرچ
کئے اور ابوجہل کے دل میں دنیا کی محبت نے جگہ پکڑ رکہی تہی چنانچہ اس نے عمر بہر
میں ایک پیسہ بہی راہ حق میں خرچ نہیں کیا اور حضرت سلیمان زنبیل بناکر فروخت
کرتے اور اسکے داموں سے مسکینوں میں شامل ہوکر کہانا کہاتے تھے کیونکہ اسکین
جلیس المساکین مشہور ہے اور حضرت سلیمان کی یہ دعا آپکے بخل پر دلالت نہیں کرتی بلکہ
اس سے مخلوق خدا پر آپکی ازحد شفقت و رحمت معلوم ہوتی ہے گویا آپنے یہ فرمایا کہ میں
اس بات کو جانتا ہوں کہ جو دنیا کی سلطنت میں پہنسا اور اسنے انصاف نہ کیا تو وہ بلا
میں پڑا پس اے خدا تو مجھکو ایسی زبردست سلطنت عنایت کر جو میرے بعد کسیکو میسر
نہ ہو سکے تاکہ وہ دیکہیں کہ میں کیسا عدل کرتا ہوں اور پہر وہ بہی میری پیروی کریں
اور مجھکو تمام عدل کرنیوالوں کا ثواب ہو کیونکہ جو شخص کوئی نیک طریقہ ایجاد کرتا ہے اور
بہت لوگ کاربند ہوتے ہیں تو ان سب کا اسکو ثواب ملتا ہے اور اگر میں عدل نہ کروں

تو میرے ساتھ میرے پچھلے لوگ عبرت پکڑیں اور میرے سبب سے نجات پائیں اور نیز آپ کی
دعا میں لفظ احد سے مراد وہ شیطان ہے جو آپکے تخت پر بیٹھ گیا تھا کیونکہ حضرت
سلیمان کو جب خدا نے مبتلا کیا ہے تو آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہی
شیطان آپ کے تخت پر بیٹھا ہے اسی سبب سے آپنے لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ
مِّنْ بَعْدِیْ فرمایا اور قرآن شریف میں لفظ احد بہت سی وجوہ پر آیا ہے چنانچہ
اس آیت میں فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ سے یملیخا مراد ہے جو اصحاب کہف میں سے تھا اور اس
آیت میں وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى سے حضرت ابوبکر مراد ہیں اور مَا كَانَ مُحَمَّدٌ
اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ
میں لفظ احد سے تمام مخلوق کا ہر ایک فرد مراد ہے اور قل ہو اللہ احد میں ذات باری تعالیٰ
مراد ہے پس اسیطرح لاحد من بعدی میں لفظ احد سے شیطان مراد ہے معلوم ہو کہ اس آیت میں
تقدیم و تاخیر ہے اور اصل میں یعنی حضرت سلیمان نے کہا کہ اے خدا مجھکو میری زندگی میں سلطنت
نصیب کر جو میں اپنے مرنے کے بعد نہیں چاہتا ہوں اور لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اسکی
تفسیر ہے گویا انہوں نے یہ کہا کہ الٰہی مجھکو میری زندگی میں سلطنت نصیب کر جبتک کہ میں
زندہ ہوں اور میرے بعد میرے غیر کو دیجیو تو ندا آئی کہ ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے وہ ہم کبھی
نہیں لینگے یہ بشارت اور بشارت ہے اس بات کی کہ حضرت سلیمان کو جو کچھ خدا نے عنایت
کیا وہ ان سے واپس نہیں لیا اور فرمایا کہ میں نے جو دنیا سے کچھ تم کو بخشا ہے وہ واپس
نہیں لیتا پس اسی طرح مومنوں پر بھی ہے جو ایمان کی دولت انکو تمہارے ساتھ
ازل میں ہاتھ کو دی ہے وہ تم سے واپس نہیں لیگا اور تم زندہ ہمیشہ رہوگے۔
الہام الٰہی [illegible] معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ نے
حضرت سلیمان کے دل میں یہ دنیا کا سوال الہام کیا تھا کیونکہ اس میں ایک
حکمت اور اشارہ تھا۔ اور وہ یہ کہ جب ملکہ بلقیس کے سفیر حضرت
سلیمان کی خدمت میں تحفہ ہدایا لیکر حاضر ہوئے تو حضرت
سلیمان نے ان کی طرف کچھ التفات نہ کیا اور فرمایا کہ [illegible] کے ساتھ تکبر کرو؟

بات یہ سب ہیں گویا خدا نے حضرت سلیمان کو ایسی سلطنت عنایت کی تھی کہ آپ بادشاہی
کے خزانے اور اموال کی طرف التفات نہ کرتے تھے اور آپ کا دل دنیا اور غیر
خدا کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتا تھا اور خداوند تعالی کو دنیا کے بادشاہوں سے تئیں
یہ بات دکھلانی منظور تھی کہ سلیمان باوجود اتنی بڑی سلطنت کے مساکین کیساتھ
کیسی تواضع سے پیش آتے ہیں چنانچہ اس کے بعد ایکدفعہ حضرت سلیمان نے ایک
چیونٹی کو دیکھا کہ ایک ٹنڈی سے پیروں میں لپٹی ہوئی ہے اور ٹنڈی اسکو چھپاتی ہے مگر وہ
نہیں چھپتی حضرت نے یہ تماشا دیکھکر چیونٹی سے فرمایا کہ اس مسکین کو چھوڑ دے
مجھکو تجھسے کچھ باتیں کرنی ہیں پھر اسکو اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا اور فرمایا کہ اگر میں اسکو
تخت پر بٹھاؤں گا تو یہ حقیر معلوم ہوگی اسواسطے اسکو اپنے تخت کے آگے بٹھانا
چاہئے تاکہ لوگ اسکی صورت وہیئت کو دیکھ سکیں اور مجھکو اس کے ساتھ تواضع
برتنے کا ثواب ہو اور ہمیشہ لوگوں میں یہ ذکر جاری رہے؛-

لطیفہ اسی طرح سے معلوم ہوا قیامت کے روز جب خلق اولین و آخرین جمع ہوگی
اور اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور ہر شخص اپنی طاعت وعبادت کے تحفے لیکر خدا
کے حضور میں حاضر ہوگا تو خدا تعالی فرمائے گا کہ میں تمام عالم سے غنی ہوں پھر اسی درمیان
میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آویگی چونکہ منہوں پر شہادت کا کلمہ اور
دل میں معرفت کا نور چمکتا ہوگا اسوقت خدا تعالی کی طرف سے ندا آئیگی کہ میرے
ضعیف و ناتوان بندوں کو گندے دو میں ان کے ساتھ اس معاملہ سے کم نہ کروں گا
جو سلیمان نے چیونٹی کے ساتھ کیا تھا اور میں ان کو جنت میں داخل کروں گا میں نے پہلے
ہی اپنے فضل کی خبر دی ہے نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔

حکایت ایک بزرگ صاحب خانقاہ کا واقعہ ہے کہ وہ ایک روز اپنی خانقاہ
میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک جماعت مسافروں کی آئی شیخ اپنے اخلاق کریمانہ
کے ساتھ ان سے ملے ایک روز معہ مسافران نووارد کے ۔ بیٹھے ہوئے تھے اور
یہ ذکر درمیان میں تھا کہ تم سب میں بڑا عالم کون ہے؟ ایک شخص نے زبان فارسی

میں کہا مَن یعنے میں ہوں شیخ کو وجد آیا اور کھڑے ہو کر رقص کرتے ہوئے خانقاہ کے
حوض کے کنارے پہونچے اور پانی کے اوپر رقص کرتے رہے وہ شخص بھی کھڑا تھا
اُس نے بھی چاہا کہ پانی پر رقص کرے فوراً غوطے کھانے لگا قریب تھا کہ ڈوب
جائے حالانکہ شیخ کے پیر بھی تر نہ ہوئے تھے آخر آپ نے اِس شخص کو نکلوا دیا
اور کہا کہ میاں تم نے جو مَن کہا تھا سو مَن انانیت پر دلالت کرتا ہے یعنے مَن ایک
ایک وزن کا نام ہے جو پتھر یا لوہے کا ہوتا ہے اور بسبب بوجھ کے پانی اُسکو
ڈبو دیتا ہے تم کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ تنکے کی طرح ہلکے پھلکے ہو تاکہ پانی تمکو نہ ڈبوئے
مطلب یہ کہ تکبر نہ کرنا چاہیئے کیونکہ انجام اس کا ہلاکت ہے ٭

حکایت ایک دفعہ حضرت خواجہ حسن بصری نے اپنے تمام شاگردوں کو جمع کرکے
فرمایا کہ ہم حضرت رابعہ بصریہ کی زیارت کو چلتے ہیں ہم نے سنا ہے کہ انہوں نے
خلوت اختیار کی ہے اور حقائق تجرید و تفرید سے ناواقف ہیں نیز عورت ناقص
العقل ہوتی ہے اسواسطے ضرورت ہے کہ ان کو نصیحت کریں حضرت رابعہ صاحب
کشف و کرامت تھیں یہ تمام حال اُن پر روشن ہو گیا اور انہوں نے ایک
بڑا آئینہ اپنے گھر کے دروازے پر لٹکا دیا جب خواجہ حسن بصری اِن کے دروازے
پر آئے تو آئینہ کو دیکھکر فرمانے لگے کہ واپس چلو مریدوں نے عرض کیا حضرت
اس میں کیا حکمت ہے کہ دروازہ پر آکر پھر واپس جاتے ہیں اور اُن سے ملاقات
نہیں کرتے فرمایا یہ عورت صاحب کرامات ہے اس آئینہ سے اُنہوں نے
ہمکو جواب دیا ہے یعنے آدمی کو چاہیئے کہ اپنے عیب پر نظر کرے دوسرے کی پردہ
دری کے پیچھے نہ پڑے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی وَاِنْ
مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا یعنے تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو دوزخ پر سے گذرنے والا
نہ ہو تو حضرت کو اپنی امت کیواسطے بڑا رنج و قلق لاحق ہوا اور آپ گریہ وزاری میں مشغول
ہوئے صحابہ میں سے کسیکو آپکی گریہ کا سبب [illegible] آپسے دریافت کرسکتے مگر آپ [illegible]
[illegible] بزرگوں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر کی وہ روتی ہوئی

اسیوقت تشریف لائیں اور فکر سے چہرہ ان کا زرد ہو گیا تھا پھر جب حضور کو کچھ افاقہ
ہوا تو انہوں نے عرض کیا کہ اے پدر بزرگوار۔ اے میری آنکھ کی ٹھنڈک حضور
کو کیا رنج پہنچا ہے فرمایا اے فاطمہ اس سے بڑھکر اور کیا مصیبت ہوگی کہ آج جبرئیل
میرے پاس یہ فرمان الٰہی لائے ہیں وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا اسی سبب سے میں
رو رہا ہوں اے فاطمہ مجھکو اپنی امت پر افسوس آتا ہے بہت سے مجھے ان کے دوزخ
میں جانے پر ہوں گے کہ ہائے ہمارے بڑھاپے کی خرابی اور بہت جوان غل مچاتے ہونگے کہ ہائے
ہماری جوانی کی بربادی اور بہت سی عورتیں فریاد کرتی ہونگی کہ ہائے ہماری بے پردگی پھر
ان کے سیاہ ہو گئے اور کمریں ٹوٹ گئی ہوں گی اور تمام بال خراب خستہ ہو گئے نہ بوڑھے کی بزرگی
نہ بچے پر رحم نہ عورتوں کی پردہ پوشی ہوگی حضرت فاطمہ نے جو یہ سنا تو دونوں ہاتھ لیے سر پر
مار کے اور بہت شدت سے روئیں پھر کھڑی ہو گئیں اور حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ میری آپ سے ایک حاجت
ہے اور وہ یہ کہ آپ اپنی روح قیامت کے روز امت محمدیہ کے بوڑھوں پر سے قربان کریں اور
حضرت عمر سے فرمایا کہ تم سے بھی میری ایک ضرورت ہے اور وہ یہ کہ تم قیامت کے روز امت
محمدیہ کے جوانوں پر اپنی روح قربان کرو اور پھر حضرت حسن و حسین علیہما السلام سے
فرمایا کہ تم سے میری یہ حاجت ہے کہ تم اپنی روح میں امت محمدیہ کے اطفال پر سے قربان
کرو اور میں اپنی روح امت محمدیہ کی عورتوں پر سے قربان کرتی ہوں تاکہ امت محمدیہ
قیامت کے اہوال سے محفوظ رہے پھر اسیوقت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ اللہ
تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد ارشاد کرتا ہے کہ تم رنج اور فکر نہ کرو اور فاطمہ سے کہدو کہ وہ
بھی رنج نکریں قیامت کے روز تمہاری امت کیساتھ ایسا معاملہ کروں گا جس سے تم
خوش ہو گی پس اے گنہگار بوڑھو اور اے جوان نمازیو اور اے جفاکار عورتوں تم کو
خدا سے خوف کرنا چاہیے اور ایسی شرم کرو جیسی کہ چاہیے اور سچی توبہ کرو تاکہ نجات
پاؤ قسم ہے خدا کے عزت و جلال کی جسکو خدا کا خوف نہیں ہے اس کے دل کی جمعیت
میں سے نہیں ہے۔ بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے جو ایک
لغزش ہوئی تھی اگر دیکھئے تو بڑی لغزش نہ تھی ہمارے گناہوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھی

نہ رکھتی تھی غرضکہ اس لغزش سے آپ اسقدر روئے کہ آپکے آنسوؤں کی تری سے گھاس
پیدا ہوگئی تھی آپ کو پیاس لگتی تو آپ پانی نہ پیتے تھے یہاں تک کہ آپکے آنسوؤں سے پیالہ
نہ بھر جاتا تم سیروں شراب چڑھا جاتے ہو چلے جاتے ہو اور تمہاری آنکھ سے ایک قطرہ تک
نہیں ٹپکتا اور نہ اپنے فعلوں پہ نادم ہوتے ہو نہ کبھی افسوس کیا تھا یہ کہتے ہو کہ ہائے
ہم نے کیا کیا اور کسقدر گناہ کئے ۔ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد کو جب یہ اپنی لغزش یاد
آتی تھی تو سجدے میں گر پڑتے اور رات دن رویا کرتے تھے یہاں تک کہ جب سر
اوپر اٹھاتے تو پیشانی کی کھال زمین سے چپک کر رہجاتی تھی ۔

سوال معلوم ہو کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کبھی اپنی امت کو امر الٰہی کے خلاف
کوئی حکم نہیں دیا اور نہ کوئی ایسا کام کیا جو اسکی مرضی کے موافق نہ ہو قیامت
کے روز خداوند تعالیٰ ان سے فرمائے گا أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ
إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ یعنے اے عیسٰی کیا تم نے خود لوگوں سے کہا تھا کہ خدا
کے علاوہ مجھکو اور میری ماں کو معبود بناؤ ۔ اس میں کیا حکمت اور کیا نکتہ ہے

توضیح سوال یہ ہے کہ حضرت عیسٰی خود اپنی عبودیت کے قائل ہیں اور انکا قول
ہے إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ یعنے بیشک میں خدا کا بندہ ہوں مجھکو اس نے کتاب دی پھر
خدا کے مقبول نبی ہیں کہ فرمایا وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا یعنے ہم نے اسکے اندر اپنی روح پھونکی اور خدا نے
ان کو بزرگ و بلند مقام میں اٹھا لیا ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا اور روح القدس
کے ساتھ ان کی تائید فرمائی اور بچپن میں ان سے بات کرائی انہوں نے قصدًا
دنیا کو ترک کیا صرف کنگھا پاس رکھا تھا [illegible] دنیا [illegible] کو
آپ کا کام روزہ اور صبر تھا اور رات کو قیام [illegible]
زور کے ساتھ آگئی آپ پریشان ہوکر ایک غار میں داخل ہوئے وہاں [illegible] اس
کے اندر بیٹھا ہے اس نے نہایت غصہ کے ساتھ آپ سے کہا نکلئے [illegible]
اس خرابہ میں نہ آئیے کیونکہ یہ میرا مکان ہے آپ وہاں سے یہ کہتے ہوئے باہر

تشریف لے گئے کہ بیشک یہ نزدیک خدا اور بندوں کے سچی تھی۔ [illegible] مگر افسوس
کہ عیسائیوں کو کوئی مکان نہیں جہاں یہ اس شبہہ سے امن پاویں۔ پس ایسے ذی مرتبہ رسول
سے سوال کرنا اس میں کیا حکمت ہے عقل اسکو ہرگز قبول نہیں کرتی۔

جواب معلوم ہو کہ آیت کے معنوں سے اگرچہ حضرت عیسیٰ ہی کی طرف خطاب
معلوم ہوتا ہے مگر مراد اس سے کافر ہیں کیونکہ کافروں کی نزدیک خدا کے کچھ قدر
نہیں اور نہ وہ خدا کے خطاب کی اہلیت رکھتے ہیں اور دوزخ کے فرشتے ان
سے مخاطب ہوں گے کہ اے کافرو ذلت کے ساتھ اس میں رہو اور بات نہ کرو
پس خداوند تعالیٰ قیامت کے روز حضرت عیسیٰ سے خطاب فرماویگا اور کافر دیکھ
رہے ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ کی بزرگی اور کفار کی ذلت ظاہر ہو نیز حضرت عیسیٰ
سے خدا کا خطاب فرمانا مقصود یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کافروں سے دریافت کریں
کہ میں نے کب تمکو اس بات کا حکم کیا تھا اسکے بعد عرض کریں گے کہ خداوندا اگر میں نے
ان سے کہا ہو تو میں عذاب کا سزاوار ہوں نہ یہ عذاب کے سزاوار ہیں اور عرض کریں
گے کہ خداوندا پاکی تجھ کو ہے میرے لئے یہ شایاں نہ تھا کہ میں تیری نسبت خلاف حق کوئی
بات کہتا اسکی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص کے بہت سے غلام ہوں اور اپنے آقا کے
پیچھے شرارت اور شر نفس کرتے ہوں اور جو کوئی انسے پوچھتا ہو کہ یہ نالایق حرکات
تم نے کس سے سیکھیں تو وہ کہتے ہوں کہ ہم نے اپنے آقا سے سیکھی ہیں یعنے بالکل
جھوٹ اس کا نام لیں پھر یہ شخص ان کے آقا سے جاکر کہے کہ تمہارے غلام ایسا
اور ایسا کرتے ہیں پس آقا اپنے غلاموں کو بلا کر ان سے تنبیہ کے طور پر کہے کہ میں نے
تمکو کب ایسی نالایق باتوں کا حکم کیا تھا پھر ان پر خفا ہو کر ان کو سزا دے۔ اسی طرح
عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہمکو حضرت عیسیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہیں اس
وقت حضرت عیسیٰ سے خدا دریافت فرماویگا اور وہ اپنی امت سے پوچھیں گے تاکہ ان کا
جھوٹ ان پر ظاہر ہو [illegible] حضرت عیسیٰ [illegible] قول [illegible] عیسیٰ
ہیں جیسا ان کی شان ہے:

حکایت ہم اور میں کے بیان میں جسنے دنیا میں ہم اور میں کے ساتھ بفصاحت
گفتگو کی ہے وہ قیامت کے روز خاموش سر نیچا کیے ہوئے ہوں گے اور جنہوں
نے دنیا میں خاموشی اختیار کی ہے اور ہمیشہ ذکر و فکر میں سر جھکایا ہے وہ قیامت
کے روز بفصاحت و بلاغت گفتگو کرینگے حضرت عیسیٰ پنگوڑے ہی میں یعنے شیر خوارگی
کی حالت میں پیدا ہوتے ہی اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ بولے تھے یعنے کہا تھا کہ میں خدا کا بندہ ہوں آخر
آیت تک لہذا یہ قیامت کے روز خاموش ہوں گے اور ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم
جو دنیا میں چالیس برس تک خاموش رہے تو ضرور آپ قیامت کے روز جو بڑی
گبھراہٹ کا دن ہے یہ فرماتے ہوں گے کہ اے خدا میری تمام اُمت کو بخش دے اور اُس وقت
باقی کل انبیا سر جھکائے خاموشی کے ساتھ کہڑے ہوں گے سب اپنے اپنے نفسوں کی سب کو
پڑی ہوگی حکمت اس میں یہ ہے کہ آخرت دنیا کے اُمور سے بالکل مخالف ہے اور ایسے ہی
امور دنیاوی امور اُخروی کے سراسر برعکس ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ جنت میں عابدوں اور
زاہدوں کا شغل سوا کہانے پینے کے اور کچھ نہ ہوگا ہر وقت عیش و طرب اور حوروں کیساتھ لہو
ولعب میں مشغول ہوں گے جو حال کہ دنیا میں فساق و فجار کا ہے کہ دنیاوی لذتوں میں رات
دن مصروف اور عبادت و طاعت سے بالکل غافل رہتے ہیں اور پھر وہ حال جو کہ دنیا میں
زاہدوں کا ہے یعنے خوف الٰہی سے ہر وقت غمگین رہنا اور زہد و مجاہدہ کی محنتیں اُٹھانا
اس سے بدتر حال دوزخ میں فاسقوں کا ہوگا ہر وقت طرح طرح کے الم و تکلیف میں
مبتلا رہینگے اور آہ و زاری کیساتھ یہ مناجات ان کی زبان پر جاری ہوگی کہ اے خدا ہمکو
اس عذاب سے رہائی دے مگر وہاں عذاب پر عذاب زیادہ ہوگا۔ اور نیز دنیا میں
جنت مسلمانوں کے سر کے اوپر اور دوزخ پیروں کے نیچے ہے اور کافروں کے سر کے
اوپر دوزخ اور پیروں کے نیچے جنت ہے مگر قیامت کے دن مومنوں کے پیروں کے
نیچے جنت اور کافروں کے زیر قدم دوزخ ہوگی تاکہ تمام مخلوق پر یہ بات روشن
ہو جائے کہ جس نے دنیا میں بعیش و عشرت زندگی بسر کی ہے اُس کے واسطے آخرت
میں از حد مشقت ہے اور جس نے دنیا میں رنج و مصیبت اٹھائی ہے اُس کے واسطے

آخرت میں نعمت اور راحت ہے ۔

سوال معلوم ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات بلکہ کل انبیاء و مرسلین سے افضل و اکمل ہیں پھر آپ کے وجود باوجود کو کفار میں سے پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی ۔

توضیح دشمنوں کا یہ سوال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سردار کائنات ہیں کیونکہ خدا فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور تمام انبیاء کے مقتدا و پیشوا ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا ہے آدَمُ وَمَنْ دُوْنَہٗ تَحْتَ لِوَائِیْ اور تمام انبیاء و اصفیاء کے رہنما ہیں کہ فرمایا ہے بُعِثْتُ اِلَی الْاَبْیَضِ وَالْاَحْمَرِ اور خاتم الرسل ہیں کہ خدا نے فرمایا ہے وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور صاحب معراج و اسرار ہیں کہ فرماتا ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔ اور وحی و الہام سے مؤید ہیں فرماتا ہے فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى پس ایسے صاحب حجت و سلطان و برہان کو کافروں کے درمیان سے عالم وجود میں لانا تعجب کی بات ہے اور اس کے اندر کیا حکمت ہے ۔

جواب معلوم ہو کہ یہ بات کمال قدرت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ کمال قدرت کیواسطے یہ شرط ہے کہ اشرف اشیاء کو ارذل اشیاء سے موجود میں لایا جائے جیسے کہ رات کی سیاہی سے دن کی روشنی کے ظاہر کرنے اور حضرت آدم کو سڑی ہوئی مٹی سے بنانے اور سیپ سے دُرِ شاہوار کے نکالنے اور اہل کفر و اشرار سے حضرت محمد مصطفےٰ کے وجود میں لانے کے اندر کمال قدرت ظاہر ہے ۔ اور معلوم ہو کہ جب کھیتی سے پھل لے لیتے ہیں تو پھر اس کی کچھ قدر نہیں رہتی اور اس کے جس قدر کانٹے وغیرہ ہوتے ہیں ان کو جلا دیا جاتا ہے اسی طرح جب حضرت محمد وجود میں آگئے تب کفار کی کچھ قدر نہ رہی اور معلوم ہو کہ گلاب کے اندر تین باتیں ہیں رنگ خوشبو اور پانی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی جو مثل گلاب کے ہیں یہی تین باتیں ہیں چنانچہ آپ کا رنگ آپ کے اصحاب کے نصیب میں تھا کہ وہ آپ کے جمال و کمال کو دیکھا کرتے اور آپ کی خوشبو حضرت اویس قرنی کے نصیب میں تھی کہ وہ ولایت یمن میں اور حضور یہاں اور پہونچتا حضور کی خوشبو پہونچتی تھی اور [illegible]

فرماتے تھے کہ مجھ کو یمن کی طرف سے خوشبو آتی ہے اور حضور کی ذات آپکی امت کا حصہ شفاعت تھی کیونکہ حضور نے فرمایا ہے مجھکو اپنی امت کا بہت خیال ہے۔ پس اویسؓ کو سلامت نصیب اور اصحاب کو کرامت رحمت ہوئی اب گر امت کو شفاعت عنایت ہو تو کیا تعجب ہے کیونکہ فقط حضور ہی نے فرمایا ہے کہ میری شفاعت میری امت کے بڑے گنہگاروں کے واسطے ہے - اور معلوم ہو کہ جس کھجور کے درخت میں کانٹے بکثرت اور بڑے بڑے ہوتے ہیں اسی میں پھل بھی بڑے بڑے بکثرت اور وزنی آتے ہیں پس ہمارے حضور کی امت کے گناہ بھی اسی کی مثال ہیں اور آپ کی برکت سے روز قیامت آپ کی امت کے تمام زن و مرد کی بخشش ہوگی اور جب کوئی شخص کسی صنعت میں اپنا استاد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے واسطے کسی ذلیل اور کم قیمت چیز سے ایسی چیز بناتا ہے جو بہا بیش قیمت ہوتی ہے مثلاً لوہار جب کاریگری کا دعویٰ کرے تو وہ لوہے کے ایک ٹکڑے سے ایسی چیز بناتا ہے جسکی قیمت سو روپیہ ہوتے ہیں حالانکہ اصل اس کے اندر ایک روپیہ کا بھی نہیں ہوتا ہے پس ساری قیمت اُس کی استادی کی ہوتی ہے یہی مثال صنعت خداوندی کی ہے کہ خدا نے اپنی صنعت کا دعوے کیا ہے یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ اور پھر اس صنعت کے ظاہر کرنے کیواسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں میں سے پیدا کیا اور ایسا بیش قیمت رفیع المرتبہ شریف و بزرگ بنایا کہ جسکی مثل آسمان و زمین میں کوئی نہیں ہے اور آپ ہی کی شان میں فرمایا لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ[1]

سوال بتلاؤ کیا حکمت ہے کہ ہمارے حضور کی شان میں ایک جگہ تو خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اِنَّكَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور دوسری جگہ فرماتا ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ[2] اور ایک جگہ آپ کی شان میں فرماتا ہے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی اور دوسری جگہ فرماتا ہے مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی اس میں کیا حکمت ہے اور بظاہر یہ آیات

[1] یعنی اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو آسمان کو بھی پیدا نہ کرتا ۱۲

[2] یعنی جس کو چاہتا ہے ہدایت نہیں کر سکتے ہو ولیکن خدا جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے ۱۲

یک دوسرے کی مناقض ہیں۔

توضیح سوال یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے اول ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں پیدائش میں تمام انبیاء سے اول اور بعثت میں سب سے آخر ہوں اور فرمایا ہے کہ میں اسوقت نبی تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی میں تھے یعنے پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور فرمایا ہے کہ میرے نور کو خداوند تعالیٰ نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پیشتر پیدا کیا ہے اور آپ ہی حضرت موسیٰ کی زبان پر ندا سے مناجات کرنے والے تھے اور آپ ہی نے حضرت موسیٰ کو تلقین کیا تھا جو انہوں نے کہا تُبْتُ اِلَیْکَ اور آپ ہی حضرت خلیل کیساتھ اسوقت تھے جبکہ وہ آگ میں ڈالے گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے جبکہ وہ بلند مکان یعنے آسمان چہارم پر اٹھائے گئے پھر اب یہ کہ نبی کیونکر ہوسکتے ہیں کہ کیسے کہا جاتا ہے کہ اِنَّکَ لَا تَھْدِی اور وَوَجَدَکَ ضَالًّا اور مَا کُنْتَ تَدْرِیْ جبکہ اور پھر کلام الٰہی میں مناقضہ کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

جواب معلوم ہو کہ کلام الٰہی میں ہرگز مناقضہ کا احتمال نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ حکیم ہے اور حکمت میں تناقض جائز نہیں اور حضور کی شان میں جو اس نے فرمایا ہے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ یعنے تم جسکو چاہو ہدایت نہیں کرسکتے ہو بلکہ خدا ہی جسکو چاہے ہدایت کرتا ہے تو اس آیت میں تَھْدِیْ بمعنے تدعو ہے یعنے تم لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے ہو پھر میں اُن میں سے جسکو چاہتا ہوں اسی کو اختیار کرنے کی توفیق دیتا ہوں گویا اس نے یہ فرمایا ہے کہ اے محمد تم مثل موذن کے ہو جو نماز کی طرف لوگوں کو پکارتا ہے اور ہر خاص و عام اسکی آواز سنتے ہیں مگر نماز وہی پڑھتا ہے جسکو میں توفیق دیتا ہوں ایسے ہی تم سبکو ہدایت کی طرف بلاتے ہو مگر وہی آتا ہے جسکو میں چاہتا ہوں حالانکہ سب تمہاری دعوت کو سنتے ہیں مگر بغیر میری مشیت کے کوئی ہدایت نہیں پاتا اور گویا خدا نے مومنوں کو بشارت دی ہے کہ ہدایت میرے ہاتھ میں ہے اگر محمد کے ہاتھ میں ہوتی تو پہلے اپنے رشتہ داروں کو ہدایت کرتے اور ان کو

تم پر فضیلت دیتے پس اے تم سنو میرا شکر بجا لاؤ کہ جب میں نے ہدایت محمدؐ کے
ہاتھ میں نہیں رکھی تو گمراہی ابلیس کے ہاتھ میں کیسے رکھ سکتا ہوں پس جان لو کہ
ہادی اور مضل میں ہی ہوں محمدؐ کے اختیار میں صرف دعوت ہے اور ابلیس کے
قبضہ میں وسوسہ اور محمدؐ میرے شفیع ہیں نہ شریک ۔ اور یہ جو خداوند تعالیٰ نے
فرمایا ہے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ یعنے اور پایا تم کو گمراہ پس ہدایت کی اس کے
معنے یہ نہیں ہیں کہ حضور ہدایت کے راستہ سے گمراہ تھے بلکہ یہ معنے ہیں کہ جب آپ
کی دولت بشیریت کی خوش خبری کا نقارہ اعلیٰ علیین میں بجا اور آپ کی نبوت کی ندا
منادی نے عالم بالا میں سنائی اور ذوالجلالی کے محل میں آپ مسند نشین ہوئے اور
تمام ممالک و آفاق میں آپ کا سکہ و خطبہ جاری ہوا اور آپ کے محبوں کے واسطے
جنت کا باغ آراستہ کیا گیا اور دشمنوں کے واسطے آتش دوزخ بھڑکائی گئی ۔ اور
اشراق انوار و اسرار کے ساتھ آپ کو پرورش کیا چنانچہ فرماتا ہے وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا
نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ اور احسان و افضال کے موتی آپ پر نثار کیے یعنے
فرمایا وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا اور حروف مقطعات کی تقطیع میں آپ کے
اسم مبارک کو مکنوز و مکنون فرمایا اور یٰسٓ و طٰہٰ و حٰمٓ و احمدؐ و محمدؐ کے ساتھ ان کو نامزد
کیا پس اسی مرتبہ و منزلت کے سبب سے خداوند تعالیٰ نے آپ کے حق میں فرمایا کہ
تم کو گمراہ پایا پس ہدایت کی ۔ اور در اصل عرب ضال اس اکیلے درخت کو کہتے ہیں
جو راستہ کے شروع پر جہاں کئی راستے ہوں اکیلا اور تنہا ہوتا ہے اور
اس کے قریب کوئی دوسرا درخت نہیں ہوتا اور اسکو ضال کہنے کا یہ سبب ہے
کہ مسافر جو راستہ بھول جاتے ہیں اس درخت سے راہ پا لیتے ہیں اور اسی سبب سے
ہمارے حضور کو ضال کہا گیا یعنے آپ کے ساتھ راہ آخرت کے مسافر ہدایت پاتے
ہیں یہ بھی معنے ہیں کہ پایا انکو ضال پس ہدایت کی یعنے کافروں کی حجت کو دور کرنے
کے واسطے تاکہ کفار قیامت کے روز یہ نہ کہیں کہ ہم نے حضرت محمدؐ کو نہیں دیکھا
اور نہ ان کا ذکر سنا اسواسطے خداوند تعالیٰ نے اس درخت کے نام کے ساتھ انکا

ذکر کیا ہے جسکو عرب حناز کہتے ہیں اور یہ لفظ عرب میں نہایت مشہور و معروف ہے
پھر اس کے بعد کافروں کے واسطے کوئی حجت باقی نہیں رہتی۔ اور یہ بھی مذکور
ہو کہ خداوند تعالی نے ہمارے حضور کو بشر اس سبب سے کہا ہے کہ جب آپ
معراج میں عرش کے نیچے پہونچے تو دیکھا کہ نور کا ایک عظیم الشان دریا موج زن ہے
حضرت اسکو دیکھکر متعجب ہوئے ندا آئی کہ اے محمد اس دریا میں کود پڑو اگر تم اس
دریا میں سلامت رہوگے تو قیامت کے روز بھی سلامت رہوگے اور تمہاری
امت کی روز قیامت شفاعت کریگی اور دریائے آتش سے نجات دیگی تب
حضرت نے اس دریا میں غوطہ مارا اور کچھ خبر نہ رہی کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں
اور کدھر جاؤنگا حیران ہو کر دریا کی موجوں میں رہ گئے اور آخر عنایت الہی سے موجوں نے
آپکو حضرت ربوبیت کے ساحل پر پہونچا دیا اور فرمایا کہ تمکو گم کردہ پایا پس ہدایت کی یعنی تم
حیران اور متحیر تھے اور اپنی خلاصی کا راستہ نہ جانتے تھے پس ہم نے تمکو راہ پر پہونچا
اور دریا کے اہوال سے نجات دی پس اے محمد تمکو بشارت ہو کہ اسی طرح ہم تمہاری
امت کو روز قیامت کے اہوال سے نجات دینگے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ
یعنے عنقریب تمہارا رب تمکو ایسی چیز دے گا کہ تم خوش ہو جاؤگے اور عرب کی مثل
ہے ضَلَّ الْمَاءُ فِي اللَّبَنِ یعنے پانی دودھ میں ملگیا جب ایک چیز دوسری چیز میں
اسی طرح آمیز ہو جاتی ہے کہ اس کا جدا کرنا ممکن نہیں ہوتا اسوقت یہ مثل بولتے ہیں
پس اسیطرح ہمارے حضور دو چیزوں سے مرکب ہیں مثل دودھ اور پانی کے یعنی ان
میں بشریت ہے چنانچہ کہ خداوند تعالے نے اس میں آپ کو تمام جنس بشر کے برابر کر دیا
ہے فرمایا قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور دوسری حیثیت وہ جسکی نسبت فرمایا ہے يُوحَىٰ
إِلَيَّ پس زمین پر آپ بشر کے ساتھ بشر ہیں اور ہوا میں پرندوں کے ساتھ پرند اور
آسمان میں فرشتوں کے ساتھ فرشتہ ہیں چنانچہ فرشتے یہ گمان کرتے ہیں کہ محمد ہم میں
سے ہیں اور پرندے سمجھتے ہیں کہ ہم میں سے ہیں اور بشر کہتے ہیں کہ نہیں ہم میں سے
ہیں مگر خداوند تعالی نے فرمایا کہ یہ نہیں ہے ہم نے [illegible] نسبت [illegible]

پاپاپس اپنی ملاقات کی طرف رہنمائی فرمائی ۔

سوال یہ بات معلوم ہے کہ خداوند تعالیٰ مکان اور جہت اور وقت سے منزہ اور پاک ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اور عرش کی طرف تشریف لیجانے میں کیا حکمت ہے جسکے سبب سے فرقۂ مشبہہ کے لوگ کہنے لگے کہ اگر خدا عرش پر ہوتا اور اُسکے واسطے جہت نہ ہوتی تو حضرت محمد اعلیٰ علیین میں کیوں تشریف لے جاتے ۔

توضیح سوال کی یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ احد قدیم اور صمد کریم اور پروردگار عظیم ہے اور مکان وجہت کا اُسکے واسطے ہونا محال ہے اور وہ اس آیت کیساتھ اپنی تنزیہ ظاہر فرماتا ہے کہ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ یعنے جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور ہم رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھتے ہیں اور اس آیت سے بھی اُس کا غیر مکان میں ہونا ثابت ہی کہ وہ فرماتا ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ اور ظاہر ہے کہ یہ قرب بلا جہت کے حاصل ہوتا ہے اور ذات باری کی تنزیہ خلق اور حلول اور سکونت وغیرہ سے اُس کے اُس فرمان کے ساتھ ثابت ہے کہ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ یعنے وہ تمام عالموں سے غنی اور بے پروا ہے وہ اپنی ذات کا تقدس وتنزہ زمان ومکان اور ضد و ند اور شبیہ و مثل سے اپنے اس فرمان کے ساتھ ظاہر کرتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ یعنے اُسکی مثل کوئی چیز نہیں ۔ تو پھر معراج کے اندر کیا حکمت اور کیا راز ہے ۔

جواب معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ احد ہے کوئی چیز اُسکی مثل نہیں اور وہ صانع اور قادر ہے منزہ ہے اس بات سے کہ اپنی مخلوق میں حلول کرے کیونکہ حلول اور صفات نقص سے ہے اور احتیاج پر دلالت کرتا ہے اور خدا تعالیٰ تمام عالم سے بے پروا ہے منزہ ہے اس بات سے کہ کوئی اُسکی مثل مشابہ یا کسی ہمسر ہو یا اسکی نہایت ہو ہر ایک عاقل خود ہی اس بات کی گواہی دیتا ہے کیونکہ

جب تم مخلوق کی صنعت پر نظر کروگے تو دیکھ لوگے کہ صانع اور مصنوع میں
کچھ مناسبت نہیں مثلاً معمار اور دکان میں سونار میں اور زیور میں
اور جولاہے میں اور کپڑے میں وغیرہ ذلک پھر خدا کہ خالق و صانع ہے اور مخلوق
مصنوع ہے کیسے مناسبت ہو سکتی ہے بلند و برتر ہے خدا ان تمام باتوں سے
جو ظالم لوگ اسکی نسبت بیان کرتے ہیں اور معلوم ہو کہ معراج میں بہت بڑا راز
اور اسمیں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ فرشتے خود پسندی نہ کریں اور جان لیں کہ ان سے
بہتر اور افضل بھی خدا کے بندے ہیں نیز خدا کو اپنے حبیب کے تئیں اپنا ملک بھی دکھانا
منظور تھا تاکہ ان کے قرب و منزلت کو تمام مخلوق جان لے۔ اور معلوم ہو کہ
جبرئیل امین اپنے موعدت کے اندر سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ
وَالرُّوحِ کی تسبیح صدق و اخلاص کیساتھ پڑھتے تھے آخر ایک دفعہ انہوں نے
عرض کیا کہ خداوندا میں چاہتا ہوں کہ تو مجھکو میری عبادت اور اعمال کا ثواب
دکھا دے ندا آئی کہ اے جبرئیل میرا ارادہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ
علیین تک بلاؤں اور تمام آسمان و زمین کی سیر کراؤں تم دو جنت کی
نعمتوں اور ان چیزوں کو دکھلاؤ جو ہم نے انکی امت کے واسطے تیار
کی ہیں اے جبرئیل ہم نے تمہاری عبادت کا یہ ثواب اور مزدوری
مقرر کی ہے کہ تم انکی غاشیہ برداری کی خدمت بجا لاؤ پس ظاہر ہوا کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کمال امت کے واسطے تھی نہ اثبات
جہت کے واسطے نیز جب بادشاہ گھوڑ دوڑ کراتے ہیں تو جو گھوڑا عمدہ
اور تیز رو ہوتا ہے اسکے گھاس دانہ میں سے روز کم کرتے جاتے ہیں
تاکہ ہلکا ہو جائے اور رات دن اسکو پیاسا بھی رکھتے ہیں اسیواسطے
خداوند تعالیٰ نے اپنے انبیا کو تجربہ میں ان کی عبودیت ظاہر کی تاکہ محبت
ربوبیت روشن ہو جائے پس ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تیز رو گھوڑے
کی مثل ہیں اور اسی سبب سے آپ نے اپنی غذا میں کمی کر رکھی تھی اور فرمایا تھا

کہیں ایک روز بھوکا رہتا اور ایک روز کہانا کھانا چاہتا ہوں پھر جب انبیا تجربہ کے میدان میں آئے تو آدمؑ ہندمیں پہونچے اور نوحؑ کشتی میں اور موسیٰؑ طور پر اور ابراہیمؑ آسمان دنیا پر اور عیسیٰؑ چوتھے آسمان پہ اور جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور میکائیلؑ چھٹے آسمان میں اور اسرافیلؑ لوح محفوظ پر اور فرشتگان دوزخ دوزخ میں اور حور وغلمان جنت میں اور مقرب فرشتے عرش کے نیچے اور ان سب آگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مقام دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوسَینِ اَو اَدنیٰ میں پہونچے نیز معراج ہونے سے اُن لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو فرقہ مشبہہ سے یہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ عرش پر ہے اور عرش پر اُس نے استوار کیا ہے کیونکہ جب شب معراج میں حضور وہاں پہونچے تو ندا ہوئی کہ اے محمدؐ اپنا دایاں پیر عرش پر اور بایاں پیر کرسی پر رکھو تاکہ خلائق استیلا ت کو جان لیں کہ حضرت محمد کی جوتیاں رکھنے کی جگہ بھی ایسی بلند ہے کہ جہاں کوئی دوسرا پہونچ نہیں سکتا چنانچہ اسی واسطے فرمایا ہے سُبحَانَ الَّذِی اَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلًا۔ الخ۔

سوال یہ امر متحقق ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی دوست کی مہمانی کرتا ہے تو دن کے وقت اسکو بلاتا ہے تاکہ لوگ اسکے اعزاز و اکرام کو دیکھکر دوست خوش اور دشمن رنجیدہ ہوں لیکن حضور کو رات کے وقت معراج ہوئی اور خدا کے بلانے میں کیا حکمت ہے۔

توضیح سوال یہ ہے کہ حضرت محمدؐ سب رسولوں سے اشرف اور سب سے بزرگ ہیں اور خاتم الرسل ہیں۔ ور لفظ لَعَمرُکَ کے ساتھ خدا نے آپ کی قسم کھائی ہے اور باعث ایجاد کائنات ہیں فرمایا ہے لَولَاکَ لَمَا خَلَقتُ الاَفلَاکَ اور اس ارشاد سے مافوق آپ کی عزت افزائی فرمائی ہے یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرسَلنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیرًا اور آپ صاحب اعجاز و

کرامات ہیں فرمایا ہے وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور آپ ہی کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری
ہوئے اور کنکریوں نے آپ کی گواہی دی اور آپ ہی اسرار ربوبیت کے مخازن
ہیں فرمایا ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ اور تائید و تعلیم یافتہ خداوندی ہیں فرمایا ہے
وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ پس اپنے رسول مکرم نبی محترم کو رات کے وقت
معراج کرانے میں کیا حکمت ہے۔

جواب معلوم ہو کہ رات کے وقت آپ کو معراج ہونے میں بہت سی حکمتیں
تھیں منجملہ اُن کے ایک یہ کہ اہل سنت و جماعت اور اہل اعتزال میں اور
ابوبکر صدیق اور ابوجہل زندیق اور مومن کی تصدیق اور کافر کی تکذیب میں
فرق اور تمیز ہو جائے اور دوست و دشمن ظاہر ہو۔ نیز معلوم ہو کہ خداوند
تعالیٰ بڑا حکیم ہے جب اُس نے دنیا کو پیدا کیا تو رات کو جنت سے نکالا اور دن کو
دوزخ سے پس گویا خداوند تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ اے محمدؐ میں تم کو انکو
بتاتا ہوں کیونکہ رات جنت سے نکالی گئی ہے اور دن دوزخ سے اور میں نہیں
چاہتا کہ تم پر دوزخ کے حصہ یعنے دن میں تجلی کروں پس اے مومنوں تم کو
خوش ہونا چاہیئے کہ جب خدا دن میں اپنے نبی کی معراج سے خوش نہ ہوا کیونکہ دن
دوزخ کا جز ہے تو پھر اِن کی اُمت کو دوزخ میں کیسے جلائیگا۔ اور سورج کی
شعاع دن کو زمین پر اور رات کو آسمان پر واقع ہوتی ہے تو گویا خدا نے
اپنے نبی کو سورج سے تشبیہ دی اور فرمایا کہ تم سورج کی طرح دن کو زمین پر
تھے اور تمہارے نور سے اہل زمین روشن ہو رہے تھے اور اب رات کو میں
نے تم کو بلایا ہے تاکہ تمہاری شعاع سے آسمان منور ہوں فرمایا ہے وَمَا
أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ اور بیان کرتے ہیں کہ ایک پرند دن
بھر دانہ چگ چگ کر اپنا پوٹہ بھر تا ہے اور رات کو اپنے گھونسلے میں آکر ایک ایک
دانہ اپنے بچوں کو نکال دیتا ہے یہی حال ہمارے حضورؐ کا مومنوں کی ارواح کے
ساتھ ہوا یعنے ندا آئی کہ اے محمدؐ مومنوں کی روحیں از حد تمہاری ملاقات

کی مشتاق ہیں جیسے کہ پرندہ کے بچے اپنے ماں باپ کے مشتاق ہوتے ہیں
پس آپ رات کو علیین میں تشریف لائیے جہاں ارواح مومنین کا ٹھکانا ہے
اور اُن کو قرب و محبت کا دانہ چگا دیجیے۔ پس رات کو معراج ہونے میں یہ اسرار تھے

سوال یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے حضور سب انبیاء سے اشرف و افضل ہیں
پھر آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ مجھکو میرے بھائی یونس پر فضیلت نہ دو اس
میں کیا حکمت ہے:-

توضیح سوال یہ ہے جبکہ امت محمدیہ کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل
ہیں قدر و منزلت میں اور یونس علیہ السلام اپنی امت پر خفا ہوئے فرماتا ہے
اِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا اور ہمارے حضور نے اپنا جسم و روح امت کے واسطے فدا
کیا کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنا جسم اور اپنی روح اپنی امت کے
واسطے فدا کی اور یونس اپنی امت کو چھوڑ کر چلے گئے تھے اور ہمارے حضور نے
امت کا استقبال کیا جبکہ یہ احوال ظاہر ہیں تو پھر آپ نے کیوں فرمایا ہے کہ مجھکو
یونس پر فضیلت نہ دو کیا حکمت ہے:-

جواب اس میں یہ حکمت ہے کہ معراج کی رات میں ہمارے حضور
نے متکبروں کا برا حال بہت اچھی طرح ملاحظہ فرمایا تھا اور دوزخ میں جو عذاب
اُن پر ہو رہا تھا اسکی کیفیت خوب دیکھی تھی پھر جنت میں تواضع کرنے والوں
کے مقامات و مدارج بھی ملاحظہ فرمائے تھے پس آپ کی اس فرمان سے
امت کو تواضع کی تعلیم دینی منظور تھی تاکہ وہ طریق ادب حاصل کریں فرمایا
ہے جسنے خدا کے واسطے تواضع اختیار کی خدا اسکا درجہ بلند کرتا ہے اور
اس میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ جب حضرت یونس کو اپنی لغزش کا علم ہوا
تو انہوں نے توبہ کے واسطے خدا کے حضور میں سجدہ کیا جب ہمارے حضور کو
حضرت یونس کی لغزش اور اُن کے سجدہ کا حال معلوم ہوا تو آپ نے بطور
شکریہ فرمایا کہ مجھکو یونس پر فضیلت نہ دو کیونکہ خداوند تعالی نے آپ کی شان میں

فرمایا ہے وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ۔ اور جب کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت
یونس کی لغزش کو ایک سجدہ کرنے کی وجہ سے معاف کیا تو کیا تعجب ہے
کہ امت محمدیہ جو پانچ وقت کی نماز پڑھتی ہے جبکہ نماز پنجگانہ سجدے ہوتے ہیں
اُنکے گناہوں سے درگذر فرمائے۔ نیز حضرت یونس ایمان کے درخت کی
رگ اور ہمارے حضور اسکی ٹہنی ہیں رگ کو جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے
تو زمین کے اندر اسکو تلاش کرتے ٹہنی ہے تاکہ اسکو مجذب کرے اسی طرح
حضرت یونس نے دریا میں غوطہ لگایا اور چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں رہے
اور ٹہنی جب بار آور ہوتی ہے تو امیر و غریب سب اسکے پھل کھاتے ہیں اسیطرح
ہمارے حضور انواع ثمرات و معجزات کے حامل ہیں اور تمام غنی و فقیر صغیر و کبیر
محبت کا پھل آپ سے حاصل کرتے ہیں پس اسی توضیح کے سبب سے آپ نے
فرمایا ہے کہ مجھکو یونس پر فضیلت نہ دو۔ اور جب قضا کا تیر یونس کی قوم پر نازل
ہوا تو حضرت یونس تین ظلمت میں رہے یعنے ایک رات کی ظلمت ایک دریا کی ظلمت
اور ایک مچھلی کے پیٹ کی ظلمت اور یہ بلا و عقوبت کے خوف سے تھا جو آخر آپ
کی قوم سے دور ہوئی اور ہمارے حضرت کی امت جو تیر قضا سے محفوظ ہوئی
تو آپ نے فرمایا کہ میں یونس کی طرح قضا سے بھاگنے والا اور رنج و محنت
کا طالب نہیں ہوں کیونکہ خداوند تعالیٰ نے مجھکو نصیحت فرمائی ہے کہ [illegible] یونس
کی طرح نہ ہو تو پس میں [illegible] امت [illegible] ہوں
اور کل انبیا آپ کی امت میں تھا اسی سبب سے آپ نے فرمایا ہے کہ مجھکو یونس
پر فضیلت نہ دینا۔

سوال ۲۷: اس میں کیا حکمت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو چوتھے آسمان میں اور ہمارے
حضور زمین میں رہے۔

جواب: معلوم ہو کہ اس سوال کے جواب بہت دلیل ہیں اُن میں سے بعض ہم نے
اس کتاب کی دوسری جلد میں بیان کئے ہیں اور یہاں صرف دو جواب ذکر کرتا ہوں

پہلا جواب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام میں صرف ایک ہی بات تھی جب چوتھے آسمان پر پہونچے تو وہیں رہ گئے اور قوم آپ کی حیران و متردد رہی۔ کہنے لگے کہ مسیح ابن اللہ ہیں اور ہمارے حضور میں تین چیزیں تھیں ایک ذات ایک روح اور ایک سایہ تو جب آپ شب معراج میں تشریف لے گئے تو عرش آپ کے پیروں کے نیچے تھا اور اس نے عرض کیا کہ حضور آپ کے پاس میرا کیا حصہ ہے اور فرشتے بھی آپکے گرداگرد طواف میں مصروف تھے اور عرض کر رہے تھے کہ حضور آپ ہمارے نبی ہیں ہمارا حصہ حضور کی ذات سے عنایت ہو پس ندا ہوئی کہ اے محمد اپنا نور عرش کو عنایت کر اور اپنا سایہ فرشتوں کو دے تاکہ یہ اس سے برکت حاصل کریں اور اپنا جسم زمین کو مرحمت فرمائے تا اسکی برکت سے آپکی امت عذاب سے نجات پائے چنانچہ فرمایا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ یعنے خدا تمہاری امت کو عذاب دینے والا نہیں ہے درانحالیکہ تم ان کے درمیان میں ہو۔ اور نیز شریعت کا مسئلہ ہے کہ اگر امام مسجد کی چھت پر اور مقتدی نیچے ہوں تو مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی اور اگر امام نیچے ہوگا اور مقتدی اوپر ہوں گے تو نماز ہو جائیگی اسی واسطے ہمارے حضور جو امام ہیں آپ کے نیچے ہونے میں کچھ حرج نہیں یہ بخوبی معلوم ہے کہ آپ امام اولین و آخرین ہیں اور عرش سے لیکر فرش تک رہنے والے نیز حاملان عرش اور فرشتے اور ارواح انبیاء سب آپ کے مقتدی ہیں۔

سوال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج قلب کے ساتھ تھی یا قالب کے ساتھ اگر قلب کے ساتھ تھی تو آپ کی اس میں کچھ تخصیص نہیں ہے کیونکہ کل انبیا کو قلب کی معراج ہوئی ہے اور اگر آپ کو قالب کے ساتھ معراج ہوئی تو جسم نے اعلیٰ علیین کی طرف کیونکر ترقی کی۔

جواب معلوم ہو کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ ہمارے حضور جسم کیساتھ معراج میں تشریف لے گئے اور یہ بات قدرت خدا سے کچھ بعید نہیں کیونکہ

قدرتِ مطلق نے آسمان کو بغیر ستون کے قایم کیا اور زمین کو پانی پر بچھایا اور لوہے
کو حضرت داؤد کے ہاتھ میں نرم کیا اور جس نے نمرود کی آگ کو حضرت خلیل
کے واسطے گلزار بنایا اور جس نے حضرت موسیٰ کے واسطے دریائے نیل کو دو پارہ
کر دیا ہیں اُسکی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ اس نے آپ کے جسم کو اعلیٰ علیین میں
پہنچا دیا ہو بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جسم کیساتھ حضور کی معراج ہونا کوئی
تعجب خیز امر نہیں کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ پرندے بیس دن اپنے انڈے کو سیتے
ہیں پھر اُن میں سے بچہ نکلکر بیس روز میں ہشیار ہوتا ہے اور پھر اُڑنے لگتا ہے
تو کیا ہمارے حضور پرندے سے بھی کم ہیں خدا نے رحم مادر میں آپ کو وضع حمل تک
پرورش کیا اور پھر ولادت کے بعد چالیس برس تک آپکی پرورش کی تو اگر چالیس
برس کے بعد آپ علیین میں تشریف لے گئے تو کیا تعجب ہوا۔ اور پانی کی
یہ خاصیت ہے کہ لوہا اسپر نہیں تیر سکتا ہے جب ڈالوگے ڈوب جائے گا
مگر جب لوگ پانی پر لوہا لیجانا چاہتے ہیں تو لکڑی پر لاد کر لیجاتے ہیں پس
یہ تعجب نہیں اگر جسم لطیف بواسطہ روح لطیفہ کے اعلیٰ علیین میں پہونچ گیا۔

سوال اس میں کیا حکمت ہے کہ ہمارے حضور شب معراج میں سوار تشریف
لے گئے اور پیادہ واپس آئے۔

توضیح سوال یہ ہے کہ ملائکہ شب معراج میں ہمارے حضور کے استقبال کو
حاضر ہوئے اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو لے گئے اور آپس میں
ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے کوئی کہتا تھا کہ میں نے آپ کے براق کا قدم
دیکھا ہے کوئی کچھ اور کوئی کچھ کہتا تھا اور اسی طرح حور و غلمان ہاتھوں میں
نور کے طباق لیے ہوئے بار کا بستے اور فرشتے کہہ رہے تھے یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ
اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا جب آپ کا براق آسمانِ دُنیا کے
قریب پہونچا تو فرشتوں نے آپ کو اپنی گردنوں پر سوار کیا یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ
کے قریب پہونچے وہاں جبرئیل نے آپ کو اپنے پر کے اوپر سوار کیا جب آگے

ایسے مقام میں پہونچے کہ وہاں نہ جبریل کا گذر تھا نہ میکائیل کا اور نہ کسی اور
مقرب فرشتے کا پھر آپ کرسی پر تشریف لے گئے اور کرسی پر پاؤں رکھا
جسکی خوشی سے کرسی پھولی نہ سمائی اور اپنی زرہ آپ نے سدرۃ المنتہیٰ
کے پاس اور چادر درخت طوبیٰ کے نیچے چھوڑ دی تھی یہاں سے آپ نے
اور تین مدارج دنیا میں ترقی کی جنمیں پہلا مرتبہ دنیٰ دوسرا تدلیٰ اور تیسرا مرتبہ
او ادنیٰ کا تھا پہلا مرتبہ رسوم وخیالات کا دوسرا اوہام و ادراکات کا اور تیسرا
ماوراء العقل کا ہے پس اسوقت آپ سے مکاشفات کے حجاب اٹھ گئے
اور بلا اشارہ آپ نے دیکھا اور بلا عبارت سُنا اور پھر واپس تشریف
لائے تو اس اعزاز و اکرام کیساتھ تشریف لیجانے اور پیادہ پا واپس
آنے میں کیا حکمت ہے۔

جواب معلوم ہو کہ جب آپ مقام دنیٰ فتدلیٰ میں پہونچے تو آپ کو اپنی
حالت اور روح و جسم کی کچھ خبر نہ رہی اور آپ نے یہ نہ جانا کہ میں آسمان میں
ہوں یا زمین میں عرش پر ہوں یا فرش پر یہاں تک کہ آپ شیخ احمد محمد بن ابی الخیر
کے مرید کی طرح سے حیران رہ گئے شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ کا واقعہ ہے کہ ایک روز آپ
کہیں تشریف لئے جا رہے تھے اور آپ کے مرید آپ کے آگے آگے چلتے تھے آپ نے
مریدوں سے فرمایا کہ میاں کیا تم میری راہبری کے قابل ہوگئے جو میرے آگے
آگے چلتے ہو مرید یہ سُنکر پیچھے ہوگئے تھوڑی دیر میں آپ نے فرمایا کہ میاں
کیا تم میرے پورے متبع ہو جو میرے پیچھے ہو گئے ہو مرید دائیں طرف ہوگئے
آپ نے فرمایا میاں کیا تم جانتے ہو کہ تم اصحاب الیمین سے ہو جو دائیں طرف
ہوئے ہو مرید بائیں طرف ہوگئے آپ نے فرمایا کیا تم رحمت الٰہی سے نا اُمید
ہو جو بائیں طرف ہوئے ہو ایک مرید نے عرض کیا کہ حضور میں آگے چلا تو آپ
ناراض ہوئے پیچھے چلا تو ناراض ہوئے دائیں بائیں چلا تو ناراض ہوئے اب
میں حیران ہوں کہ مجھ میں قدرت نہیں جو زمین کے اندر گھس جاؤں اور نہ یہ

قدرت ہے کہ آسمان پر اڑوں شیخ نے فرمایا کہ تم آسمان پر اڑنا چاہتے ہو تو آپ
نفس اور جسم سے باہر نکل آؤ اور تمام عالم کو چھوڑ کر پوری ہمت کے ساتھ خدا کی
طرف متوجہ ہو پھر اسوقت سات آسمان تم کو نظر آنے لگینگے ایک مرید نے یہ سنکر لپٹ کر اپنے
میں گردن جھکائی اور عشق و اخلاص کے ساتھ اللہ کا نعرہ مارکر آسمان کی طرف
اڑ گیا شیخ اپنے مرید کے اس حال سے حیران رہ گئے اور ان کو کچھ خبر نہ ہوئی
کہ وہ کہاں گیا۔ اسی طرح معراج میں ہمارے حضور اپنے نفس و جسم کے حال
سے غافل تھے نہ آپ نے آسمان کو دیکھا نہ زمین کو نہ رات کو نہ دن کو آپ
بالکل نور ہو گئے تھے اپنے پروردگار سے آپ نے گفتگو کی اور جو دیکھا سو دیکھا
اور جو سنا سو سنا اور خداوند تعالیٰ نہ عالم میں داخل نہ اس سے خارج
ہے نہ آسمان میں ہے نہ عرش پر پھر اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے آپ کو امت
گنہگار پر فضل و کرم کرنے کے واسطے جامۂ بشریت میں واپس کیا پس آپ نے
آنکھیں جو کھولیں تو اپنے آپ کو ام ہانی کے گھر میں دیکھا اور بستر آپ کا ٹھنڈا
نہ ہوا تھا اور اسی شب میں حضرت امام حسین ... حضرت فاطمہ
کیساتھ حاملہ ہوئیں۔ اور معلوم ہو کہ حضور براق پر سوار تشریف لے گئے تھے کیونکہ
اس وقت تک مقصد حاصل نہ ہوا تھا اور نہ آپ نے عمارت ... فطرت ملاحظہ
فرمائے تھے اور جو چیزیں اس دنیا میں آپ نے ملاحظہ فرمائیں جیسے براق رفرف
اور جبرئیل وغیرہ یہ سب آپ ... کے درمیان میں حائل
تھیں کیونکہ جب مقصد حاصل ہو گیا تو ... درمیان میں ... رہی
اور مسافت کا حکم باطل ہو گیا ... آپ کو اپنے بستر پر پایا اور جب
کے وقت آپ ... تشریف ... واسطے نہایت
اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کے واسطے کرسی بچھائی گئی کیونکہ کرسی علماء ہی کے
واسطے بچھائی جاتی ہے اور طرح طرح کی خوشبوئیات آپ پر سے نثار کی گئیں جیسے
کہ عظیم اور جلال کے ساتھ کیا جاتا ہے اور عمدہ عمدہ خلعت پیش کئے گئے جن

شریعت کے ساتھ طریقت سے آمیز ہونے کی مراد پوری ہوگئی تب رکوب اور
نزول اور مسافت کا حکم باطل ہوا کیونکہ سوار ہونے والے جس مسافت کو ایک
سال میں طے کرتے ہیں صاحب طریقت ایک پلک مارنے میں اسکو طے کرلیتا ہے
اور اگر حضور سوار تشریف لاتے تو معتزلہ کے واسطے حجت ہوتی کیونکہ وہ خدا کو عرش
پر قائم بتلاتے ہیں اسواسطے حضور بغیر سواری کے تشریف لائے اور ساتھ ہی
یہ حکم بھی ہوا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ یعنے جہاں تم ہو خدا تمہارے ساتھ ہے پس اہل
اعتزال کے واسطے کوئی حجت باقی نہیں رہتی۔

سوال اس بات میں کیا حکمت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور
ہمارے حضور نے وفات پائی۔

جواب معلوم ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خداوند تعالےٰ سے مناجات کی تھی
کہ خداوندا میرا باپ کون ہے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں جنت میں تمہاری
ماں کا نکاح محمد سے کروں گا تاکہ محمد تمہارے باپ ہوں حضرت عیسیٰ نے عرض کیا
کہ خداوندا دنیا دار اپنے باپ کے وارث ہوتے ہیں تو مجھکو بھی میرے باپ کی میراث
پہنچنی چاہیئے حکم ہوا کہ اے عیسیٰ باپ کی وفات سے پہلے میراث نہیں پہنچ سکتی
اسواسطے میں تمکو آسمان پر بلا لیتا ہوں تاکہ تم ان پر درود پڑھتے جاؤ اور
ان کی امت کے واسطے دعاء مغفرت کی کرو یہاں تک کہ جب ان کی وفات
کے بعد آخر زمانہ میں دجّال خروج کرے گا اور تمہارے باپ کے طریقے سے
لوگ منحرف ہوں گے اسوقت میں تمکو زمین پر بھیجوں گا تاکہ تم دجال کو قتل کرو
اور اپنے باپ اور ان کی امت کا مال اس سے لیلو اور ان کے طریقہ کو جاری کردو پس
اسیواسطے عیسیٰ علیہ السلام زندہ تھا۔

سوال اسمیں کیا حکمت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ میرے
کان اور عمرؓ میری آنکھ ہے۔

توضیح سوال یہ ہے کہ ابوبکرؓ مثل امیر کے اور عمرؓ مثل محتسب کے ہیں اور سب جانتے

حضور کی تصدیق ابوبکر رضنے کی ہے اور وہی حضرت عائشہ صدیقہ رضکے والد اور غار میں حضور کے ساتھی تھے اور آپ ہی یقین کے مبتدا اور دین کے منتہی ہیں پس آپ کو کان کے ساتھ اور عمر رض کو آنکھ کے ساتھ تشبیہ دینے میں کیا حکمت ہے۔

جواب عقلمند کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ آنکھ کان سے بہتر ہے کیونکہ یہ بہت بڑی غلطی ہے بلکہ کان آنکھ سے بہتر ہے دیکھو خداوند تعالیٰ نے بھی قرآن شریف میں اپنی تعریف کرتے ہوئے سماعت کو بصارت پر مقدم کیا ہے هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ اور اسی طرح اپنے بندوں کی تعریف میں بھی سماعت کو بصارت پر مقدم کیا ہے۔ اور علم معقول میں بھی یہ بات مانی ہوئی ہے کہ سمع بصر سے افضل ہے اور سمع کے حواس اور قوی بصر سے زیادہ ہیں اور بصر کے قوی رات کو ضعیف ہو جاتے ہیں بخلاف سمع کے کہ یہ رات دن یکساں رہتی ہے اور نیز پردہ اور حجاب آنکھ کو ابصار سے روک دیتے ہیں کان کو سننے سے نہیں روکتے اور جس طرف آنکھ پھیری جائے اسی طرف دیکھ سکتے ہیں بر خلاف کان کے کہ ہر طرف سے سنائی دیتا ہے اور خداوند تعالیٰ نے کسی نبی کو بہرا نہیں کیا البتہ بعض نابینا بھی ہوئے جیسے حضرت یعقوبؑ اور شعیبؑ۔ جس نے حکم کو سنا ہو اسکے گناہ سے درگذر ہو سکتی ہے اور جس نے آنکھ سے لکھا ہوا دیکھا ہو اسکے گناہ سے درگذر نہیں ہو سکتی حضور نے اسی سبب سے فرمایا ہے کہ ابوبکر رض میرے کان ہیں اور عمر رض میری آنکھ ہیں۔

سوال یہ بات معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر رض و عمر رض حضرت عثمان سے افضل تھے پھر اس میں کیا حکمت ہے کہ ایک مرتبہ حضور پیر پھیلائے تشریف رکھتے تھے جو حضرت ابوبکر رض اور عمر رض آئے تو حضور اسی طرح بے تکلف بیٹھے رہے پھر جب حضرت عثمان آئے تو آپ سیدھے ہو بیٹھے اور اپنے پیروں کو ڈھک لیا۔

جواب معلوم ہو کہ حضرت عثمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا بہت احترام کرتے تھے آپ کے پیچھے پیچھے چلتے تھے اور آپ کے نقش قدم پر قدم رکھتے تھے حضور کو جو اسکی خبر ہوئی تو فرمایا کہ اے عثمانؓ تم یہ کیا کرتے ہو عرض کیا آپ کے موضع قدم کا احترام کرتا ہوں پس اسی سبب سے حضور نے ان کے آنے کے وقت اپنے پیروں کو سکیڑ کر ڈھک لیا تھا۔ اور ہمارے حضور حضرت عثمانؓ سے حیا بھی بہت کرتے تھے کیونکہ جبرئیلؑ نے آپکو خبر دی تھی کہ عثمانؓ سے آسمان کے فرشتے حیا کرتے ہیں اسی سبب سے حضور نے ایسے شخص سے حیا کرنی مناسب سمجھی جس سے فرشتے حیا کرتے ہوں اور اپنے پیر آپ نے سکیڑ لیئے اور شب معراج میں خداوند تعالے نے آپ سے فرمایا تھا کہ میں عثمانؓ سے حیا کرتا ہوں پس قیامت کے روز ان سے حساب نہ لوں گا حضور نے پوچھا یا رالٰہا تیرے ہاں عثمانؓ کی کیا بزرگی ہے فرمایا میں اس سے بھی حساب نہ لوں گا جو ان سے محبت کرے گا ابو بکرؓ و عمرؓ کی حضور نے تعظیم اس سبب سے نہ کی کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور جب عثمانؓ آئے تو وحی تمام ہو چکی تھی اس سبب سے آپ نے پیر ڈھک لیئے اور یہ بھی ایک سبب تھا کہ ایک بوڑھا یہودی حضور کی خدمت میں اسلام لایا تھا پھر ایک روز جو یہ آیا تو ابو بکرؓ و عمرؓ اسکی تعظیم کو کھڑے نہ ہوئے کیونکہ ان کو اس کے اسلام لانے کی خبر نہ تھی پس جبرئیلؑ حضور کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ خدا آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ نے جو اس بوڑھے کا احترام نہیں کیا لہذا تم بھی ان کا احترام نہ کرنا تاکہ یہ ادب سیکھیں چنانچہ حضور نے ان کا احترام نہیں کیا۔

سوال یہ تو معلوم ہے کہ حضور کے تمام اصحاب عالم تھے اور ان میں کوئی بھی حضرت علی سے علم میں کم نہ تھا پر آپ نے جو اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا فرمایا اس میں کیا حکمت ہے:۔

جواب معلوم ہو کہ یہ پوری حدیث نہیں ہے بلکہ پوری حدیث یہ ہے کہ اَنَا
مَدِیْنَۃُ الصِّدْقِ وَاَبُوْ بَکْرٍ بَابُھَا وَاَنَا مَدِیْنَۃُ الْعَدْلِ وَعُمَرُ بَابُھَا وَ
اَنَا مَدِیْنَۃُ الْحَیَاءِ وَعُثْمَانُ بَابُھَا وَاَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ پس
معلوم ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم علم کے شہر ہیں اور ابو بکرؓ اس کے
اساس اور عمرؓ اسکی دیوار اور عثمانؓ اسکی سقف اور علیؓ اسکے دروازہ
ہیں بغیر ان چاروں کے دین کا نظام درست نہیں ہوتا اور ان میں سے
کسی سے محبت نہ کریگا اُس کا دین درست نہ ہوگا۔ اور معلوم ہو کہ حضور علیہ السلام
دین کے شہر ہیں اور اس شہر کے چار دروازے ہیں یعنے چاروں اصحاب
اور خدا نے دین کے امام بھی چار کئے ہیں یعنے چاروں مذاہب کے امام تا کہ
ان چاروں دروازوں سے یہ چاروں امام دین کے منافع نکال کر لوگوں کو
پہونچاویں۔ اور حضرت علی کے علم کے ساتھ مخصوص ہونے کی یہ وجہ ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم صرف بنی آدم ہی کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ جن و انس دونوں
کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور ہر وقت دین کی تعلیم کرنے میں مصروف رہتے
تھے کیونکہ لوگوں کا آدھا وقت حضور کی خدمت میں بیٹھتا تھا چنانچہ
ایک روز آپ اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے کہ یکایک آپنے فرمایا کہ تم سب
اس وقت تم میرے پاس سے چلے جاؤ کیونکہ اب نوبت جنوں کے آنے کی ہے
اور تمہارے ساتھ مصروف رہنے کی مجھے فرصت نہیں ہے اور ایسا وقت
بھی مجھے درپیش آتا ہے کہ جب میں جبرئیل یا کسی دوسرے مقرب فرشتے کی دخل
کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اور ایک دن ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب میں بشریت اور رسالت
بھی نہیں رہتی پس صحاب اس حال کو دیکھکر متفرق ہو گئے اور حضرت علی بھی
جاتے تھے جب دروازے پر پہونچے تو حضور نے فرمایا کہ اے علی تم یہیں
رہو کہیں نہ جاؤ اور میرے حجرہ کی دربانی کرو کہ میں اسوقت تم پر ایک راز منکشف کروں
گا پس حضرت علی دروازے پر بیٹھ گئے یہاں تک کہ جبرئیل سنے ۔۔۔ پوری کی یعنے

اور دیکھتا ہے اور وہ ہر چیز پہ قادر ہے بلا جسم اور جاتہہ پیر کے اسی طرح وہ کلام
بھی بغیر حروف و آواز کے قادر ہے۔ معلوم ہو کہ جب تم موم پر مہر لگاؤ گے اور مہر کے
نقش موم پر آ جائیں گے تو وہی نقش ہوں گے جو مہر پر ہیں اُن کے سوا اور کچھ نہیں
ہیں اور یہی نسبت حروف کی ہے کلام کے ساتھ۔ اور بعض متکلمین یہ کہتے ہیں کہ خداوند
تعالےٰ نے جبرئیل کے موہنہ میں تبلیغ رسالت کے وقت حروف اور آواز پیدا کئے
ہیں اب میں تمہارے سامنے ایک مثال بیان کرتا ہوں جسکے سننے سے تم خوب اچھی
طرح سمجھ لوگے کہ کلام الٰہی میں نہ حروف ہیں نہ آواز۔ دیکھو تم قرآن شریف میں یہ
آیت لکھی ہوئی پڑھتے ہو اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور تم جانتے ہو کہ آسمان و زمین
مصحف میں نہیں ہیں اور نیز محمد رسول اللہ پڑھتے ہو اور جانتے ہو کہ محمد مصحف میں
نہیں ہیں پس اسی طرح کلام الٰہی متغیر نہیں ہوا اور نہ وہ آواز ہوا نہ حرف ہوا اور
نہ ذات الٰہی سے جدا ہوا اور نہ کسی چیز میں اُس نے حلول کیا۔ ولیکن بواسطہ
حروف و آواز کے معانی قرآن سمجھ میں آتے ہیں اور یہ جو حضور نے فرمایا ہے کہ
کلام اللہ ما بین دفتین ہے یعنی معانی کلام کا ادراک دفتین میں ہے۔ تم پڑھتے ہو
نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ پس اگر آگ مصحف میں موجود ہوتی تو مصحف اور تم کو
دونوں کو جلا دیتی مگر نار کے معنے حروف ہی کے واسطے سے معلوم ہوتے ہیں جیسے
کوئی شخص ایک مکان خریدے اور قاضی کے پاس جاکر کہے کہ میں نے مکان
خرید لیا ہے اور پھر قاضی اسکو ایک کاغذ میں لکھدے کہ فلاں شخص نے فلاں مکان
خریدا ہے تب تم جان لوگے کہ مکان نے اُس کاغذ میں حلول نہیں کیا ہو گا
مگر اس لکھنے سے تم کو مکان کی حدود معلوم ہو جائیگی۔ خداوند تعالیٰ ہی نے اپنے
بندوں اور حروف و آواز کو پیدا کیا ہے تاکہ ان کے واسطے سے اُسکے کلام کے معانی
سمجھیں جیسے کہ بواسطہ عقل کے اُن کو سمات حدوث سے ذات باری کی تنزیہ سمجھائی
گئی ہے۔ پھر معلوم ہو کہ کلام کے چار مرتبہ ہیں ایک مرتبہ آنکھ کا ہے اور ایک مرتبہ ہاتھ کا
اور ایک مرتبہ زبان کا اور ایک مرتبہ قلب اور روح کا ہے۔ زبان کا مرتبہ یعنے قرات کے

باطل ہوتے ہی باطل ہو جاتا ہے اور یہ تہہ کا مرتبہ کتابت ہے اور یہ جاتہ کے باطل ہونے کیساتھ باطل ہو جاتا ہے اور آنکھ کا مرتبہ حروف کا دیکھنا ہے جو نگاہ کے باطل ہونیسے باطل ہوتا ہے اور قلب و روح کا جو مرتبہ ہے وہ حالت حیات و ممات میں کسی وقت باطل نہیں ہوتا اسکو سمجھ لو۔

سوال خداوند تعالیٰ کی رؤیت یعنے دیدار ہونا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں ہے تو اس آیت کے کیا معنے ہیں وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ اور رؤیت وجوہ کے کیا معنے ہیں کیونکہ وجوہ یعنے چہرے درحقیقت کسی چیز کو نہیں دیکھتے ہیں اور اگر دیدار خداوندی جائز ہے تو پھر اس آیت کے کیا معنے ہیں لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ۔ یعنے نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتی ہیں۔

جواب معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ نے جو فرمایا ہے لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ معنی رؤیت کی نفی نہیں کیونکہ ادراک کے معنے احاطہ اور وقوف کے ہیں چیز کی تمام جوانب پر اور اللہ تعالیٰ منزہ ہے اس بات سے کہ احاطہ اور ادراک کیا جائے اور ابصار جمع بصر کی ہے اور بصر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے ہڈی کے حلقہ میں رکھا ہوا پس اس کے ساتھ کیسے خداوند تعالیٰ کا ادراک ممکن ہے۔ معلوم ہو کہ تمام مخلوقات اسکی اس صنعت کی دریافت سے عاجز اور اسکی قدرت میں حیران ہے کہ اس نے ایک گوشت کے ٹکڑے میں رؤیت پیدا کی اور اس کا نام آنکھ ہو گیا۔ اور اسی طرح ایک بندہ میں اس نے سننے کی قوت پیدا کی اور اس کا نام کان ہو گیا۔ اور ادراک اور دیگر قویٰ کو ایک مضغۂ گوشت میں پیدا کیا اور قلب اس کا نام ہوا جو حلال و حرام اور خیر و شر میں تمیز کرتا ہے اور بہت سی ہڈیاں اور عضروف اور گوشت کے ٹکڑے جسم میں ایسے ہیں جو ان اعضاء حواس کی مثل نہیں ہیں مثلاً ایک ٹکڑا گوشت کا زبان ہے اور باقی گوشتوں میں بیان اور عبارات اور لغات مختلفہ نہیں ہیں اور یہ خداوند تعالیٰ کی قدرت ہے نہ اس مضغۂ گوشت کی اسی طرح آنکھ میں ادراک اور رؤیت کی قدرت نہیں ہے مگر خدا کی طرف سے پس اسی طرح خدا تعالیٰ اپنے ان بندوں میں رؤیت پیدا کر دے گا جو اس کی قابلیت

عذاب میں اسکو مبتلا کرے اور انسان اس بات سے باہر نہیں ہے کہ یا تو وہ
فرماں بردار ہے اور یا گنہگار ہے پس اگر وہ فرمانبردار ہے تو قبر کا سوال اور دیگر
احوال اس کے واسطے بشارت ہیں اور اگر وہ گنہگار ہے تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ
ہیں کیونکہ جب تک سونا عذاب آتش نہیں چکھتا کھوٹ سے پاک نہیں ہوتا ہے اسی طرح
گنہگار بغیر عذاب چکھے گناہوں سے پاک نہیں ہوتا مگر یہ ہو سکتا ہے کہ بعض اجزا بدن
مبتلائے عذاب ہوں اور بعض نہ ہوں جیسے کہ بعض اجزا بدن کا زندہ اور بعض
کا مردہ ہونا ممکن ہے جیسے کہ دنیا میں بعض وقت انسان کے بعض اعضا گناہ
میں اور بعض طاعت میں ہوتے ہیں اسی طرح قبر میں بعض اعضا اس کے
عذاب میں مبتلا اور بعض راحت میں ہوتے ہیں اور قدرت خدا سے یہ بات
کچھ تعجب کی نہیں ہے تم سانپ کے ٹکڑے کر دیتے ہو اور دیکھتے ہو کہ ہر ایک
ٹکڑا اس کا متحرک ہوتا ہے اسی طرح کچھ تعجب نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ قبر میں مردے
کے بعض اجزا زندہ اور بعض مردہ کر دے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ جب مردے پر
قبر میں عذاب ہوتا ہے تو اسکی آواز آوے گی کیوں نہیں سنائی دیتی اسکو یہ جواب
دو کہ نزع کی حالت میں مرنے والے پر سخت ناقابل تکلیف کا ہجوم ہوتا ہے مگر
پاس والوں کو مطلق خبر نہیں ہوتی کہ اس پر کیا گزر رہی ہے اسی طرح مردے
کی حالت سمجھ لو کہ اسکی راحت و تکلیف سے زندوں کو خبر نہیں۔ اے مسلمانو تم
قبر اور حشر اجساد کا انکار نہ کرنا تاکہ کافر نہ ہو جاؤ اور موت کو نہ بھولو کہ غافل نہ بن جاؤ
اور طاعت الٰہی کو نہ چھوڑو کہ قبر و حشر میں مبتلائے عذاب ہو۔

سوال اس میں کیا حکمت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک جگہ تو یہ فرمایا ہے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ یعنے فقر میرا فخر ہے اور دوسری جگہ فرمایا ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا
یعنے قریب ہے فقر کہ کفر ہو جاوے۔

جواب مرد مومن فقر کوئی ذلیل چیز نہیں ہے بلکہ یہ نہایت عزت اور فخر کی چیز ہے میں
جو تم سے فقر کا حال بیان کرتا ہوں اسکو حضور قلب سے سنو اور اسکی ماہیت کو

فرمائش کی اس نے جواب دیا کہ اے نوح تم نے مخلوق خدا پر رحم نہ کیا اور تمہاری
بددعا سے حیوانات تک ہلاک ہوگئے۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ
دَيَّارًا تو میں تمہارے پاس نہیں رہ سکتا۔ پھر حضرت ابراہیم کے پاس پہنچا
انہوں نے بھی اسکو بلایا اس نے کہا اے ابراہیم تم بھی آدمی ہو تم نے ستاروں
کی نسبت کہا ہے هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ میں تمہارے پاس نہیں رہتا۔ پھر یہ موسیٰ علیہ
السلام کے پاس پہنچا انہوں نے بھی اسکو بلایا اور کہا اے فقر میں فرعون کے مقابلہ
کو تیار ہوا ہوں اور دنیا میں سے میں نے صرف ایک عبا اور عصا اختیار کیا ہے فقر نے
کہا تم نے رَبِّ اَرِنِیْ کہہ کر رؤیت طلب کی ہے میں تمہارے پاس نہیں رہتا پھر فقر حضرت
عیسیٰ کے پاس پہنچا انہوں نے کہا کہ اے فقر میں روح القدس ہوں اور میں آسمان پہ
اٹھ جاؤں گا اور میں یتیم و فقیر ہوں صرف گھاس پھونس کو کھا کر گذارہ کرتا ہوں ایک
کمبل میرا لباس ہے تو میرے پاس آ۔ فقر نے کہا تیرے نصاریٰ نے ابن اللہ ہونے کی
تہمت لگائی ہے اور میں بھی متہم ہوں گا میرا تمہارے ساتھ گذارہ نہیں ہو سکتا
اس کے بعد فقر ہمارے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور
آپ کے جمال باکمال علم و تواضع و اقبال کو دیکھ کر بہت خوش ہوا آپ نے فرمایا کہ
اے فقر میں تجھ کو نہیں بلاتا ہوں تو خود اپنے واسطے مناسب اور غیر مناسب جگہ دیکھ لے
فقر نے جو حضور کی طرف نظر کی دیکھا کہ جسم پاک اور سر پاک اور قلب پاک اور ہاتھ
پاک بخل اور سینہ بے کینہ اور آنکھ سے اشتیاق اور زبان سے دروغ اور ہاتھ سے رشوت کو
پیر سے بے تردد میں جلدہ دیکھا کہ جسم متواضع اور قلب شاکر اور زبان ذاکر اور روح مخزن محبت
اور علم و فراست اور معجزہ و کرامت اور ہاتھ سخاوت اور زبان فصاحت اور سینہ
پیمانہ رحمت و رأفت سے پس فقر نے عرض کیا کہ آپ ہی وہ ذات پاک ہیں جن کی شان
میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ آپ نے فرمایا الفقر فخری
آپ کی خدمت میں اتر آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا کرنا چاہئے کہ میں اغیار سے
خالص ہو کر آپ ہی کی خدمت میں حاضر رہوں آپ نے فرمایا تو عزم کر میں تیرے اوپر

وقت قریب جا تو میرا اعمال نامہ میرے سامنے کیا گیا اور میں نے دیکھا کہ اسکے اندر دو درہم
لکھے ہیں جو ایک یہودی کے مال حرام سے کمائے تھے ہیں ان درہموں کے سبب سے
میرا چہرہ سیاہ ہو گیا اور اب میرے چہرے سے جو نور چمک رہا ہے یہ درود شریف
کی برکت سے ہے جو میں اکثر پڑھا کرتا تھا اور حضور علیہ السلام کے اصحاب
میں جو مجھکو جگہ ملی ہے یہ مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کرنے کا نتیجہ ہے اور عذاب کی نشانی
جو تم نے دیکھی تھی وہ میرے برے اعمال سے تھی اور یہ بزرگی دائمی میرے پروردگار
کے فضل و کرم سے ہے۔

توجہ معلوم ہو کہ جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اسکی ایک
مدت کے بعد جبرئیل علیہ السلام خداوند تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ خداوندا میرا جی
چاہتا ہے کہ حضرت محمد سے ملاقات کروں ارشاد ہوگا ہاں جاؤ عرض کرینگے خداوند الخبیر کیسا جاتے
جنت کے ذائی جا کے دیکھو کیونکر جاؤں حکم ہوگا ایسا خدا ان کے واسطے بنایا ہے جو ان کو بہت محبت
سے عرض کریں گے اے حضرت جب ہو تو ان کی امت میں سے ایک گنہگار دوزخ میں
باقی ہے اسکا نام لیجئے مگر پہلے ان سے دریافت کر لینا پھر اگر وہ فرمائیں تو لیجئو یہ فرمان
سنکر جبرئیل دوزخ میں جائیں گے اور دیکھیں گے کہ بہت لوگوں کو عذاب ہو رہا ہے
اور دوزخ کے فرشتوں کو دیکھ کے سب ڈر گئے ہیں زنجیروں میں جکڑے سوختہ ہوں گے اور ان
میں ایک شخص ہو گا جسمیں [illegible] سب سے بد ہوں گے جبرئیل اس سے
دریافت کرینگے تو کون ہے اور کس نبی کی امت سے ہے وہ حضور کا نام بھول گیا ہو گا
کہیگا نام میں نہیں جانتا اور سجدے میں گر کر زار زار روتا ہو گا جبرئیل اسکے
پیروں کو دیکھ کر کہیگا کہ اے بندۂ خدا مجھ میں عذاب سہارنے کی طاقت نہیں ہے
خدا کے واسطے تو دلاسے میری شفاعت کر جبرئیل کہیں گے تو اپنے نبی کا نام نہیں جانتا
پھر بتا تو خدا کی کیا عبادت کرتا تھا وہ کہے گا کہ ہم ایک [illegible] روزے رکھتے تھے اور
پانچ نمازیں پڑھتے تھے تب جبرئیل کہیں گے کہ ہمارے حضور کی امت میں سے
ہے اور اس شخص سے کہیں گے کہ تیرے نبی کا نام محمد ہے وہ یہ نام نامی سنکر کہیگا ہا

میرے محمد یا میرے احمد ہائے میرے نبی ہائے میرے شفیع بلکہ بس عسرت
اور غربت و مصیبت میں چھوڑ گئے اور میری مطلق خبر نہ لی پھر جبرئیل کہینگے تو اپنے نبی
کا نام خرد پیو میں ان کی خدمت میں جا کر تیری خبر کرتا ہوں وہ ضرور تیری شفاعت
کر کے تجھکو بخشوا دینگے پھر جبرئیل جنت میں آئینگے اور دیکھینگے کہ حضور اپنے
یاران و اصحاب کے ساتھ جنت کے میوے نوش فرما رہے ہیں اور رحیق مختوم
کا دور چل رہا ہے جبرئیل سلام کر کے میں گے حضور فرمائینگے کہ اے جبرئیل تم خالی
ہاتھ کیسے آئے کچھ تحفہ و ہدیہ نہیں لائے عرض کریں گے تحفہ تو ایسا موجود ہے کہ
جس سے آپ کا دل خوش ہو جائے مگر آپ کی اجازت بھی ضروری ہے حضور فرمائیں
گے وہ کیا تحفہ ہے جبرئیل عرض کریں گے آپ کی امت میں سے ایک شخص دوزخ
میں ہے اگر حکم ہو تو لے آؤں حضور یہ سنتے ہی ہاتھ سے پیالہ اور میوے پھینکدیں گے اور
فرمائیں گے میں جنت کے اندر داخل نہ ہوں گا جبتک کہ میرا امتی اس میں نہ آجائے
جبرئیل دوڑ کر دوزخ میں جائیں گے تاکہ جلد اس شخص کو لا کر حضور کی خدمت میں
حاضر کریں مگر وہ شخص دوزخ میں ان کو کہیں نہ ملے گا تب یہ بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے
کہ خداوندا وہ شخص کہاں غائب ہوگیا تو مجھکو حضرت کے منہ سے شرمندہ نہ کرائیو اس کا پتہ
مجھکو بتا دے حکم ہوگا اے جبرئیل وہ شخص فلاں جنگل میں فلاں پہاڑ کے نزدیک
جو غار ہے اس کے اندر ہے کیونکہ تارک نماز کا دوزخ میں وہی مقام ہے چنانچہ جبرئیل
جہنم کی تہ میں جا کر مقام مذکور میں اس شخص کو پائینگے اور اس کنوئیں میں سے اس کو
کھینچ کر نکال لیں گے اور وہ اسوقت کہہ رہا ہوگا یا حنان یا منان اور آگ اس کے
پاس سے بھاگ رہی ہوگی جبرئیل کہیں گے کہ اے شخص دوزخ سے نکل آ وہ کہیگا
مجھے اب دوزخ سے نکالنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آگ مجھے جلا نہیں سکتی
اور اب جو میں خدا کا نام لے رہا ہوں تو آگ میرے پاس سے بھاگ رہی ہے جبرئیل
کہیں گے تیرے آقا محمد تجھکو بلا رہے ہیں یہ سنتے ہی وہ شخص مارے خوشی کے پھولا نہ
سماوے گا اور جھٹ پٹ جبرئیل کے ساتھ ہو لیگا اور کہیگا اے جبرئیل مجھکو حضور کے

اس روسیاہی کے ساتھ باتے ہوئے شرم آتی ہے الغرض جبریل اسکو دوزخ سے
نکال کر جنت کی طرف لے چلیں گے اور جب یہ دونوں جنت کے قریب پہونچیں گے
تو خود حضور علیہ السلام ان کے استقبال کو آئیں گے اور یہ شخص حضور کے دست حق
پرست کو بوسہ دیکر عرض کرے گا کہ اے میرے نبی اے میرے شفیع مجکو آپ دوزخ
میں بہولگئے اور ہزار برس عذاب چہوڑ دیا حضور اس سے معانقہ کرکے فرمائیں گے
کہ اے شخص تیرا کیا گناہ تہا جسکے سبب سے اسقدر مدت تک عذاب میں پہنسا رہا
عرض کرے گا کہ یا رسول اللہ اب مجہکو اپنا گناہ ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے اخر حضور اسکو
قسم دینگے تب وہ بیان کرے گا کہ ایک وقت کی نماز مجہسے قصداً فوت
ہوگئی تہی جسکے سبب سے پچاس ہزار برس دوزخ میں رہا پس اے تارک نماز
افسوس ہے تجہپر کہ تونے ایک مرتبہ کے نماز ترک کرنے کا عذاب دیکہہ لیا اور پہر
تو سال بہر میں ایک مرتبہ بہی نماز نہیں پڑہتا ہے دوزخ میں تیرا کہانا زقوم ہوگا اور
دوزخیوں کی پیپ پینے کو ہوگی خدا ہم سب کو اس سے محفوظ رکہے پہر یہ شخص چشمہ
حیوان میں غسل کرکے حضور کے ہمراہ جنت میں داخل ہوگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تارک نماز کی برائی اس کے کنبہ داروں اور پڑوسیوں
میں سے ستر آدمیوں کو پہونچتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس شخص سے لیکر حضرت آدم تک
سبکو پہونچتی ہے چنانچہ میں اسکو دلیل سے بیان کرتا ہوں دیکہو جب نمازی نماز میں
بیٹہا التحیات پڑہتا ہے اور کہتا ہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین تو اسکی بہلائی
تمام مسلمانوں کی ارواح کو پہونچتی ہے اور جب تارک نماز اسکو نہیں پڑہتا تو گویا وہ
اس بہلائی کو ان سے روکتا ہے اور یہی برائی پہونچانی ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے
مَنَّاعٍ لِلْخَیْرِ حدیث شریف میں ہے کہ حضور نے فرمایا ہے بہت سے قرآن پڑہنے والے
ایسے ہیں جنکو قرآن لعنت کرتا ہے۔ اس لفظ میں بہت سے مراد ہیں کیونکہ یہ بات
معلوم ہے کہ نماز بغیر قرآن پڑہے نہیں ہوتی اور جو قرآن پڑہتا ہے اور نماز نہیں پڑہتا
یا زکوٰۃ نہیں دیتا تو قرآن اسکو لعنت کرتا ہے اور ایسے ہی جب قرآن پڑہے اور لوگوں

ظلم کرے یا غیبت کرے اور عداوت و بغض ناحق مسلمانوں سے رکھے اور امر و نہی کو ترک کر دے تو بیشک قرآن اسکو لعنت کرے گا۔

نکتہ نماز کی مثال پارے کی سی ہے جسکو فارسی میں سیماب کہتے ہیں اور نماز کا نام بھی خداوند تعالیٰ نے سیماب رکھا ہے فرماتا ہے سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ اور سیماب میں ایک ایسی خاصیت ہے جو اور کسی دوا میں نہیں کہ جب آدمی اسکی گولی بناکر ایک تاگے کے ساتھ اپنی کمر میں باندھے تو جوئیں اور پسو اور کھٹمل وغیرہ تمام جانور موذی بدن سے دور ہو جاتے ہیں ایسے ہی نماز پڑھنے سے ہر ایک فحش اور بری بات انسان سے دور ہو جاتی ہے فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ یعنی بیشک نماز باز رکھتی ہے فحش اور بری بات سے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے واسطے رات دن ہر وقت کی نماز کا ثواب لکھا جائے اسکو چاہیے کہ وضو کرکے پھر لوٹے کو پانی سے بھر کر قبلہ رو رکھے اور یہ نیت کرے کہ جب میرا وضو ساقط ہوگا تو میں وضو کر لونگا تو جبتک وہ لوٹا تیار رکھا رہے گا اور یہ شخص باوضو ہوگا نماز کا ثواب اس کے واسطے لکھا جائے گا۔ اور پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں جنکو قرآن لعنت کرتا ہے بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ کافروں کے حق میں ہے جو مسلمانوں سے بحث کرنے کے واسطے قرآن پڑھتے ہیں مثل ان احمدی و پادریان کے جنکو قرآن کی صداقت معلوم ہے اور یہ ان کے پوشیدہ رکھے ہوئے ہیں اسکے مناسب میں ایک حکایت بیان کرتا ہوں۔

حکایت حضرت خواجہ حسن بصری صاحب اسرار و کرامات اور بہت بڑے بزرگ تھے تین سو کامل اکمل مرید و خلفا آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے ایک مرتبہ ماہ رمضان میں آپ بعد نماز چاشت کے اپنے اوراد سے فارغ ہوکر بیٹھے تھے کہ ایک شخص سیاہ کمبلی کا لباس پہنے ننگے پیر چادر ڈالے ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے آیا اور نہایت اطمینان و خشوع و خضوع سے نماز پڑھنے لگا پھر اور اد و قرأت قرآن میں مشغول ہوا پھر ان سب سے فارغ ہوکر لوٹے میں سے اسنے پانی پیا حضرت نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ پانی پینے میں اسکے کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ مسافر ہے اور مسافر کو خداوند تعالیٰ نے روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی ہے

میں ساٹھ روز سے یہ کہتے پڑھیں گے گھر میں سے ایک کافر کو مسلمان بنا لیا اور میں نے جو
پڑھنی شروع کی تھی تو ایک آدمی کو جنتی بھی بنا دیا پھر حضرت خواجہ حسن بصری نے اس
شخص سے فرمایا کہ تو نے پہلے ہی اسلام قبول کیوں نہ کیا تھا اس نے عرض کیا کہ
میں نے اپنے دل میں یہ نیت کی تھی کہ جب تک امت محمدیہ میں سے کسی کی کرامت نہ دیکھوں گا
اسلام نہ لاؤں گا اور اب جو میں نے آپکی کرامت دیکھ لی تو اسلام قبول کیا اور جان
لیا کہ یہ دین حق ہے پس زنار توڑ دی پس اے مومنوں معلوم ہو کہ صرف قرآن شریف
پڑھنے سے کام نہیں چلتا ہے اور نہ قرآن شریف کی کوئی سورت صرف پڑھنے ہی کے
واسطے نازل ہوئی ہے بلکہ اسواسطے نازل ہوئی ہے کہ جانو اور اسپر عمل کرو صرف
قرآن خوانی سے کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوتا ہے جبتک اسپر پورے طور
سے عمل نہ کرے مثلاً جب کوئی بادشاہ کسی اپنے حاکم کو فرمان بھیجے کہ فلاں جگہ ہمارے
واسطے ایک محل تیار کرا دو تاکہ جب ہم وہاں آئیں تو اس محل میں فروکش ہوں پھر جب
یہ فرمان اس حاکم کے پاس آئے تو یہ اس کو چوم کر آنکھوں سے لگائے اور اپنے پاس
رکھ لے اور محل نہ بنواوے جب بادشاہ وہاں جائے اور محل کو تیار نہ دیکھے تو اس
حاکم کو انعام دیگا یا سزا بتاؤ کہ یہ حاکم کس بات کا مستحق ہے اور صرف فرمان کو پڑھ
لینے اور چوم کر آنکھوں سے لگانے سے کیا نتیجہ جب تک کہ اسپر عمل نہ ہو اسی طرح
قرآن شریف بھی فرمان الٰہی بندوں کے لیئے اسپر کار بند ہونے کی واسطے نازل
ہوا ہے تاکہ وہ دین کے ارکان کی تعمیر کریں صرف اس کے پڑھ لینے سے کام
نہیں چلتا اور جنت حاصل ہوتی ہے فرماتا ہے جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی جنت
بدلا ہے اُن اعمال کا جو یہ لوگ کرتے تھے ۔

حکایت حضرت عبداللہ بن مبارک نے دمشق سے سفر کا ارادہ کیا اور راستے میں
دیکھا کہ ایک گدھا مرا ہوا پڑا ہے اور ایک شخص اسکے پاس کھڑا رو رہا ہے عبداللہ
نے اس سے دریافت کیا کہ اے شخص تو کیوں روتا ہے اس نے عرض کیا کہ حضرت یہ
گدھا میں نے تین سو روپے کو خرید کیا تھا اور اسپر میں مزدوری کرکے بال بچوں کا پیٹ پالتا
تھا

اب جو یہ مر گیا تو میں فقیر محتاج رہ گیا ہوں عبداللہ نے فرمایا تو نے اس گدھے کو جبکہ
یہ زندہ تھا تین سو روپیہ کو خریدا تھا اور میں اب اس مردے کو چار سو روپیہ دیکر
خریدتا ہوں اس شخص نے کہا اگر تم بیچ سکتے ہو تو لاؤ روپیہ گن دو عبداللہ نے روپیہ
گن دیئے اور وہ شخص خوشی خوشی روپیہ اپنے گھر لے گیا رات کو اس نے
خواب میں دیکھا کہ گویا وہ جنت کے باغ میں ہے اور ایک گدھا نہایت خوبصورت
زبرجد کی لگام اور زمرد کا زین اور یاقوت کی رکاب اور بلور سفید کے سم اور مشک
اذفر کی پیشانی اور گلے میں نور کا طوق ڈالے کھڑا ہے اور اس کے پاس ایک فرشتہ
کھڑا ہوا ہے اور آواز دے رہا ہے کہ خوشی ہے اس شخص کے واسطے جو اس پر سوار
روزانہ سیر سوار ہوگا اور یہ اسکو لیکر بجلی کی طرح اڑتا ہوا پلصراط پر سے گذر جاوے گا اور انبیا
و صدیقوں کے زمرہ میں داخل کرے گا فقیر نے جو اس گدھے کو غور سے دیکھا تو معلوم
ہوا کہ وہی اس کا گدھا ہے جو مر گیا تھا اور عبداللہ نے اسکو خریدا تھا تب یہ فرشتہ کے
پاس آیا اور کہا کہ یہ گدھا تو میرا ہے مجھکو دیدو فرشتہ نے کہا گدھا تیرا ہی تھا
تو نے اسکے مرجانے پر صبر نہ کیا اور اب یہ تیرے غیر کا ہو گیا ہے دیکھ لے اس کے
سینہ پر کیا لکھا ہے اس نے جو اس کے سینے پر دیکھا تو لکھا تھا کہ عبداللہ بن
مبارک کی سواری ہے پھر جب یہ شخص خواب سے بیدار ہوا تو بہت رویا اور بڑا
افسوس کیا اور روپیہ لیکر عبداللہ بن مبارک کی خدمت میں پہونچا اور کہا کہ یہ روپیہ
لے لیجئے عبداللہ نے فرمایا مردار کی بیع شریعت میں جائز نہیں ہے یہ بات تیرا اقرار
درست نہیں اور تو نے جو اسکو خواب میں دیکھا اس سبب سے روپیہ لیکر یہ باتیں
مجھکو خدا نے بیداری ہی میں دکھا دیا تھا پھر میں کیوں اسکو واپس کروں [illegible]
[illegible] کے واسطے بشارت ہے اور گنہگاروں پر رحمت الہی کے آثار
ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ جب عبداللہ بن مبارک نے مردہ گدھا خریدا اور خدا نے
ان کے روپیہ کو ضایع نہ کیا اور اس گدھے کو طرح طرح کے بیش قیمت جواہر
کے ساتھ مزین کر دیا پس اب تم یہ سمجھو کہ نفس امارہ مثل مردہ گدھے کے ہے اور

فرماتا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ یعنی تم بہتر امت ہو اور خدا نے مومنوں سے
اُن کے مال اور اُن کی جان خرید لیں بدلے جنت کے اور جبکہ اس نے عہد اللہ
کے گذشتہ کو ضائع نہیں کیا تو پھر تمہارے اعمال کیوں ضائع کرے گا اور
فرماتا ہے اے میرے بندے میں تم کو عنایت کرتا ہوں پہلے اس سے کہ تم
مجھ سے سوال کرو اور میں نے تم کو بخش دیا پہلے اس سے کہ تم میری عبادت کرو۔
حکایت کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت
میں چند لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ لوگ اس شہر کے
رہنے والوں سے تھے جہاں حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام گئے تھے اور انہوں
نے ان کی مہمانی نہ کی تھی انہوں نے حضرت علی سے عرض کیا کہ ہم لوگ مومن ہیں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں اگر آپ ہمارا کام کر دیں
تو ہم دس وقر سونا آپ کی نذر کریں اور وقر اونٹ کے بوجھ کو کہتے ہیں حضرت
علی نے فرمایا تمہاری کیا حاجت ہے انہوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین جتنے
لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں وہ ہمارے بزرگوں کی مذمت کرتے ہیں کیونکہ خداوند
تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا یعنی اس شہر کے لوگوں نے حضرت
موسیٰ اور خضر کی مہمانی کرنے سے انکار کیا تو لوگ ہم کو طعنے دیتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ تمہارے بزرگوں سے ایک آدمی روٹی بھی مہمانوں کو دینی نہ
نصیب ہوئی پس ہم یہ چاہتے ہیں آپ اَبَوْا کی با کا نقطہ دور کر کے اسکے اوپر سے
دو نقطے بنا دیجئے تو یہ اَتَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا ہو جاوے گا اور معنی یہ ہو جاویں گے کہ وہ لوگ
ان دونوں کی مہمانی کرنے آئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ سنتے ہی نہایت خفا
ہوئے اور فرمایا میں کفار و منافقین میں سے نہیں ہوں جو کلام الٰہی میں ایک حرف
کی بھی تحریف کروں اور رحمت الٰہی سے مردود ہو جاؤں کیونکہ خداوند تعالیٰ ان کی
شان میں فرماتا ہے یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ یعنی بدل دیتے ہیں کلموں کو ان
کی جگہ سے۔ اے عزیز خدا کا راستہ بڑا دشوار گذار ہے اور تقویٰ اس بار [illegible]

داخل ہونا بھی تو ایک سہل اور ادنیٰ سی بات کیساتھ ہو جاتا ہے اور کبھی بڑے سے بڑی بات کیساتھ
بھی نہیں ہوتا جیسے کہ آدھی روٹی کیساتھ بھلائی کرنے سے جو بات حاصل ہوتی تھی وہ سونے سے
لدے ہوئے دس اونٹ خرچ کرنے سے بھی نہیں ہوتی ۔ اس حکایت میں اس بات کا اشارہ
ہے کہ جو کام تم اسوقت کر سکتے ہو مرنے کے بعد کسی طرح ممکن نہ ہوگا اسواسطے کوشش کرو
کہ جو کچھ کرنا ہے جلد ہو جائے ۔

سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی طرف محتاج ہیں یا نہیں ۔

جواب اے مومنو اگر حضور کو ہماری طرف احتیاج نہ ہوتی تو خداوند تعالیٰ کیوں فرماتا یَآ
یُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ خداوند تعالیٰ نے ہر مخلوق کو ایک کو دوسرے کی
طرف محتاج بنایا ہے انبیا کو امت کے درود کی ضرورت ہے اور امت کو انبیا کی شفاعت کی ۔ تونگر
فقیروں کے محتاج ہیں اور فقیر تونگروں کے ۔ شاگرد استادوں کے اور استاد شاگردوں کے پیر مریدوں
کے اور مرید پیروں کے مرد عورتوں کے اور عورتیں مردوں کی محتاج ہیں بادشاہ لشکر کے محتاج
ہیں اور لشکر بادشاہوں کے اور جانور آدمیوں کے اور آدمی جانوروں کے اسی طرح سے ہر ایک چیز
دوسری چیز کی محتاج ہے سوا خداوند تعالیٰ کے ۔ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں سبحان اللہ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ
الْعَالَمِیْنَ اسی معنی میں ایک **حکایت** ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے خدم وحشم کیساتھ اور درخت
خلاف کے نیچے سے ایک روز جا رہے تھے اور اس درخت کے اوپر دو لقلق بیٹھے تھے اور
اور نیچے ان کے چڑیا کا گھونسلا تھا اور ان کے آپس میں گفتگو ہو رہی تھی حضرت سلیمانؑ نے
لوگوں سے فرمایا کہ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ تاکہ ہم ان پرندوں کی گفتگو سن لیں چنانچہ سنا کہ لقلق
نے چڑیا سے کہا کہ تو ہمارے زیر سایہ زندگی بسر کرتی ہے اگر ہم نہ ہوں تو تیرے بچوں کو سانپ کھا
جائے اور سورج کی حرارت تجھکو جلا دے چڑیا نے کہا تیرا مجھپر احسان نہیں ہے کیونکہ میں
تیرے بچوں کی اور تیری چیونٹیوں سے حفاظت کرتی ہوں لیکن اگر تو میری سانپ سے حفاظت
کرتا ہے تو میں تیری چیونٹیوں سے حفاظت کرتی ہوں تجھ پر خداوند تعالیٰ نے کیسی بڑی ہی
عنایت کی جسکی سبب سے تو سانپ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور چیونٹی کو بھی نہیں ملتا اور ہم پر ایسی
سی چونچ عنایت کی ہے جس سے میں سانپ کا مقابلہ نہیں کر سکتی مگر ہاں چیونٹی کو پکڑ سکتی ہوں

پس میں تیری محتاج ہوں اور تو میرا محتاج ہی اور پھر ہم دونوں خدا وند کریم کے محتاج ہیں
اور خدا کسی کا محتاج نہیں ہی اے مومنو جبکہ حضرت سلیمان سنے پرندوں کے اس کلام کو سنا
کیا تو پھر کیا وجہ ہی کہ تم میری اس نصیحت کو گوش دل سے نہیں سنتے تم خوب جان لو کہ تمام
مخلوقات سبب کی محتاج ہیں اور خدا کسی سبب کا محتاج نہیں ہی اس کا کلام بغیر سبب آواز
و حروف کے ہوتا ہی اور اس کا وجود بلا علت ماں باپ کے ہے اور اسکی بات نہ عربی زبان میں ہے
نہ فارسی میں نہ اردو میں نہ انگریزی میں کوئی اسکی صنعت اور عجائب قدرت کا ادراک نہیں
کر سکتا نطفہ کی بوند سے طرح طرح اور رنگ برنگ کی صورتیں پیدا کرتا ہی مگر مومنو سنو کہ میں کس
دلیل سے اہل فلاسفہ اور حکما کی گردنیں توڑتا ہوں یہ لوگ کہتے ہیں کہ نطفے کے اندر ایک طبیعت
ہے جو اسکو مختلف رنگ اور صورتوں کے ساتھ متکون و مصور بناتی ہی اور اسیکی خاصیت سے
انسان بنتا ہے اور یہی قوت حیوانات کے نطفے میں ہے یہ قول ان حکما کا باطل ہی کیونکہ نطفہ جو ایک
سفید چیز ہے رحم کے اندر کچھ تو اس میں سے خون بنتا ہے اور کچھ گوشت اور کچھ ہڈیاں اور کچھ
بال اور کچھ ہاتھ اور کچھ پیر اور کچھ حصہ اس کا کان اور کچھ آنکھ بنتا ہی اور اسی طرح اس ایک
نطفے سے تمام اعضا تیار ہوتے ہیں اور چونکہ یہ نطفہ [illegible] کی تھا سوا اسکے ضروری
تھا کہ اس سے جو چیزیں تیار ہوں ان [illegible] رنگ ہو کہ وہ کونسی چیز ہے جو مختلف رنگ اعضا
کے بناتی ہے نطفہ میں تو یہ قدرت نہیں ہی کہ وہ خون [illegible] مگر حکم خدا سے اور نہ وہ ہڈی
بن سکتا ہی مگر اسیکی حکمت سے اور نہ وہ کھال بن [illegible] مگر اسی کے ارادے سے اور پھر
یہ دیکھو کہ ایک ہی نطفے سے مرد و عورت دونوں بنتے ہیں مگر دونوں کے اعضا میں بڑا فرق ہوتا
ہے ایک دوسرے کی مثل نہیں ہوتے اور نیز مردہ نطفہ زندہ بولنے والا کیسے بن سکتا ہے
اور اگر یہ قدرت اس میں ہے تو یہ پہلے ہی بذاتہ زندہ کیوں نہیں ہو جاتا پس معلوم ہوا کہ نطفہ
کو وہی ذات پاک زندہ کرتی ہے جو حی لا یموت ہے اور پھر نطفہ ہی کے اندر خدا کے یہ کرشمے
ملاحظہ کرو کہ دنیا میں جسقدر نطفے کی پیدائش ہیں کوئی ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہے
نہ شکل میں نہ صورت میں نہ اخلاق میں نہ افعال میں نہ اعضا میں کوئی خوبصورت ہے
کوئی بدصورت ہے کوئی صحیح ہے تو کوئی سقیم ہے کوئی جاہل ہے تو کوئی عالم ہے کوئی نادان ہے

اور کوئی ظالم ہے کوئی مفتون ہے کوئی مجنون ہے کوئی فاسق ہے کوئی عابد ہے کوئی موحد
ہے کوئی منافق ہے کوئی مسلمان ہے کوئی کافر ہے کوئی بادشاہ ہے کوئی خاکروب ہے
غرضکہ اگر تم یہ کہو کہ یہ سب اتفاقیہ ہے اور جو کام ہے وہ طرف نظام کے ہیں تو اس کو عقل
قبول نہیں کرتی ہے نہ فہم اس کا ادراک کرتا ہے بلکہ یہ سب حکم الٰہی اور اُس ذات پاک
کی قدرت سے ہیں جس نے قرآن نازل کیا ہے اور انسان کو بیان تعلیم فرمایا ہے جیسے کہ اُس نے
قرآن شریف میں خبر دی ہے اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ خدا ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور فرمایا
فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ پس برکت والا ہے خدا بہتر اور عمدہ پیدا کرنے والا۔

سوال اس میں کیا حکمت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند سورج اور ستاروں کو فرمایا
کہ یہ میرا رب ہے اور ایسے شخص سے یہ قول کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

جواب معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ نے ہر ایک رسول کو اس زمانے کے لوگوں کے حسب
حال بھیجا ہے اور انہیں لوگوں کے موافق حال اُس رسول کو معجزہ عنایت کیا ہے چنانچہ موسیٰ
علیہ السلام کے زمانے میں سحر و ساحری کا غلبہ تھا اسی سبب سے خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کو عصا عنایت کیا جس کو موسیٰ علیہ السلام نے ساحروں کے آگے ڈالا اور وہ ایک
اژدہا ستر سر کا بن کر اُن سب کے تمام سحر کو نگل گیا جادوگر اس معجزے کو دیکھ کر سجدے میں گر کے
اور ایمان لے آئے اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں علم نجوم کا زور تھا اور سب
لوگ ستاروں کی پرستش کرتے اور جو پرستش نہ کرتا اسکو قتل کر دیتے تھے اس واسطے خداوند
تعالیٰ نے بچپن ہی میں حضرت ابراہیم کو یہ قول تعلیم کر دیا تھا کہ غار سے نکلتے ہی یہ بات کہیں
اور کفار کے دست ظلم سے محفوظ رہیں زبان سے تو یہ کہیں کہ ستارہ میرا رب ہے اور دل میں
یہ کہیں کہ اس ستارہ کا پیدا کرنے والا میرا رب ہے اور یہ قانون جنگ کا ہے کیونکہ جنگ میں
ہوتا ہے اسی طرح یہ جنگ ہے اور اے ابراہیم جب تم قوت اور مناظرہ اور جنگ کے ساتھ قوم
پر غالب ہو جاؤ گے اس وقت اپنا اصلی قول ظاہر کرنا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں
حکمت اور طبابت کا بہت زور شور تھا تو عیسیٰ علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ نے یہ معجزات عنایت
کئے کہ آپ بیمار مادرزاد کوڑھی اور اندھے کو اچھا کرتے اور مُردے کو زندہ کر دیتے تھے اور میں

پرندہ بناکر اس میں پھونک مارتے تو وہ زندہ ہوکر اڑ جاتا تھا چنانچہ تمام اطبا اور حکما اس معجزہ کو دیکھکر عاجز ہوئے اور اب میں اسکے متعلق حضرت عیسیٰ کے بعض حواریوں کی **حکایت** آپکے سامنے بیان کرتا ہوں یعنے جیسے کہ حضرت ابراہیم نے کفار کے سامنے ستارہ کو کہا تھا کہ یہ میرا رب ہے اور دل میں کہا تھا کہ میرا رب خدا ہی اسی طرح شمعون نے انطاکیہ والوں کے ساتھ کیا تھا اور اس کے بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہو کہ مومن اس بات کو جان لیں کہ انبیاء کی ظاہری باتیں کفار کے ساتھ باطن کے خلاف تھیں اور وہ **حکایت** یہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں شہر انطاکیہ میں رومی کافر آباد تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالے نے بذریعہ وحی حکم کیا کہ تم اپنے حواریوں میں سے چند حواری ان کفار کی دعوت کے واسطے بھیجو تاکہ وہاں کو مسلمان کرکے بت پرستی سے بچائیں چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام نے دو شخصوں کو ان کافروں کی ہدایت کے لیئے بھیجا کافروں نے ان دونوں کو مار پیٹ کر قید کردیا تب عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون کو ان کافروں کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ تم کے علما کی صورت بناکر ان کے پاس پہونچیں اور ان کو فریب دیں چنانچہ اس قصے کی خبر خداوند تعالیٰ نے ہمارے حضور کو سورۂ یٰسین میں دی ہو فرمایا ہی اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ جب پہلے دونوں شخصوں کو عیسیٰ علیہ السلام نے بھیجا ہی تو یہ سائل بن کر شہر انطاکیہ میں داخل ہوئے اور ان میں سے ایک کا نام یحییٰ اور دوسرے کا نام یہوداتھا اور بعض کہتے ہیں کہ ایک کا نام ان میں سے تومان اور دوسرے کا نام ناکیس تھا یہ دونو صبح کے وقت شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ جسکا نام اسلاخی تھا اس کے دروازے پر پہونچے اور کہا کہ ہم تمہاری اور تمام شہر والوں کی طرف رسول ہوکر آئے ہیں تاکہ تم کو دین اسلام کی دعوت کریں بادشاہ نے کہا تم کون ہو کہا ہم عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب ہیں تم کہو لا الہ الا اللہ بادشاہ نے کہا ہم سوا بتوں کے اور کوئی رب نہیں جانتے ہیں اور انہایت غصہ سے اسنے ان دونوں کے سو سو کوڑے لگا کر قید کردیا تب جبریل علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ شمعون کو بھیجیئے شمعون نے عرض کیا کہ میں ان لوگوں کی زبان نہیں جانتا جبریل نے ان کو

اسیوقت وہ زبان سمجھادی اور کل باتیں جو اِن کو کرنی چاہیے تھیں سب تعلیم کیں تاکہ
یہ اُن لوگوں پر غالب ہوں اور وہ ان کی اطاعت کریں الغرض شمعون انطاکیہ کی طرف
روانہ ہوئے اور جب وہاں پہونچے تو پہلے ایک بڑے بتخانے میں گئے جو شہر کے باہر واقع
تھا اور اُسکے وسط میں ایک عظیم الشان تخت پر سب سے بڑا بت سونے اور جواہرات کا
زیور پہنے ہوئے نصب تھا اور گرداگرد اُس کے ہزاروں چھوٹے موٹے بت رکھے ہوئے تھے
حضرت شمعون پنڈتوں اور پجاریوں کا لباس پہنے ہوئے اس بتخانے میں داخل ہوئے
اور نہایت ادب کیساتھ بڑے بت کے آگے کھڑے ہو گئے بت پرست جو آئے اور اُنہوں
نے آپکی نورانی صورت دیکھی کچھ نذر آپ کو پیش کی آپ نے قبول نہ فرمائی تب لوگ زیادہ آپکی
طرف متوجہ ہوئے اور معقول نذرانہ لائے مگر آپ نے کچھ قبول نفرمایا تب لوگ اور بھی آپ کے
معتقد ہوئے اور آخر یہ خبر بادشاہ کو پہونچی وہ بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق ہوا اور بتخانے
میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ پنڈت جی آپ بہت بڑی عبادت و ریاضت میں مصروف
ہیں آپ نے فرمایا ہاں جب تک بدن میں روح ہے معبود کی عبادت بجالانی چاہیے بادشاہ کو
آپ سے از حد محبت و انسیت پیدا ہوئی اور بار بار آپکی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے فیض
صحبت سے مستفید ہونے لگا آخر ایکروز اُس نے عرض کیا کہ حضرت مجھکو تو آپکی مفارقت
گھڑی بھر کی بھی گوارا نہیں ہے اگر امور سلطنت سے مجبور نہ ہوتا تو ہر وقت حاضر خدمت
رہتا اسواسطے گذارش یہ ہے کہ حضرت میرے محل میں کرم فرمائیں اور وہیں رہیں تاکہ
میں کسی وقت زیارت سے محروم نہ رہوں حضرت نے فرمایا ہاں میں ایک شرط سے چلتا ہوں
اور وہ شرط یہ ہے کہ تم میری رائے کے خلاف کوئی کام نہ کرنا کیونکہ معبود نے مجھکو تمام
امور سے مطلع کر دیا ہے اور تمام راز مجھپر منکشف فرمائے ہیں پس اگر تم میری رائے پر
چلوگے تو ملک اور سلطنت تمہاری قایم رہیگی اور قیامت تک لوگوں میں تمہارا ذکر خیر جاری
رہیگا بادشاہ اس شرط پر راضی ہوا اور خوشی خوشی شمعون کو اپنے ساتھ لے گیا پھر ایک روز
حضرت شمعون نے بادشاہ سے خلوت میں فرمایا کہ میں نے سنا ہے آپکے پاس دو شخص
نبوت کا دعوی کرنے آئے تھے اور اُنہوں نے کہا تھا کہ بت پرستی جائز نہیں ہے بادشاہ نے

کہلماں آئے تھے آپنے فرمایا پھر تم نے ان کے ساتھ کیا کیا عرض کیا کہ میں نے اُن کے سو سو
کوڑے مار کر قید کر دیا ہے حضرت شمعون نے فرمایا کہ تم نے اُن سے معجزہ کیوں نہیں طلب کیا
تاکہ وہ عاجز ہوتے اور تم اُن پر غالب آکر جس عذاب سے چاہتے اُن کو قتل کرتے پھر اوسکے
کسیکو ثبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنیکی جراٗت نہ ہوتی بادشاہ نے کہا یہ رائے تو مجھکو کسی نے
نہیں بتائی بیشک یہ بہت ٹھیک بات ہے اب میں اُن دونوں کو آپکے سامنے بلاتا ہوں شمعون نے
فرمایا کہ ہاں مناسب ہے مگر شہر کے تمام اکابر علما اور وسط اور عامۃ خلائق کو بھی جمع کر دو اور سب
کے سامنے اُن دونوں شخصوں سے معجزے کی فرمایش کرو پس اگر وہ ظاہر نہ کر سکیں تو سب کے
سامنے اُن کو بدترین عذاب سے قتل کرنا تاکہ تمام ملک میں یہ خبر منتشر ہو جائے اور پھر کوئی
جھوٹا دعویٰ نہ کرے بادشاہ نے اُسیوقت تمام لوگوں کے جمع کرنے کا حکم دیا چنانچہ سات ہزار
آدمی جمع ہو گئے پھر حضرت شمعون نے شاہ سے کہا کہ ان دونوں آدمیوں کے واسطے
کرسیاں بچھوائیں اور تعظیم وتکریم ان کے ساتھ پیش آئیں کیونکہ اگر یہ اپنے دعوے میں سچے
ہیں اور معجزہ انہوں نے ظاہر کیا تو پھر تم کو ان سے شرمندگی نہ ہوگی اور اگر یہ عاجز ہو گئے
تو تمہارا ان کی تعظیم وتکریم سے کچھ نقصان نہ ہوگا بلکہ تمام دنیا میں نیک نامی اور احسان و اخلاق
کے ساتھ مشہور ہو گے بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور یحییٰ اور یہودا کے واسطے کرسیاں بچھوائیں
اور شمعون بادشاہ کے پاس تخت پر بیٹھ گئے اور بادشاہ سے کہا کہ اب تم ان دونوں سے
ان کا حال دریافت کرو بادشاہ نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا کہتے ہو اُنہوں نے کہا ہم خدا کے
اور حضرت عیسیٰ کی طرف سے پیغامبر ہیں اور تم سے یہ کہتے ہیں کہ تم بت پرستی چھوڑ دو اور بتوں کو
توڑ کر اسلام قبول کرو اور کہو لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ رسول اللہ اور جان لو کہ سوا خدا کے کوئی لائق
پرستش وعبادت کے نہیں ہے بادشاہ نے کہا تمہارے پاس اس دعوے کی کیا دلیل ہے اور
تمہارا معجزہ کہاں ہے جسکے سبب سے ہم تمہاری تصدیق کریں اُن دونوں نے کہا کہ جو معجزہ تم کو
طلب کرنا ہو بیان کرو اسوقت حضرت شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ لوگ
اپنے دعوے پر کیسی مضبوطی سے قائم ہیں اور کس فصاحت سے گفتگو کرتے ہیں اب تم کو
جو معجزہ طلب کرنا ہو اسکو طلب کرو تاکہ ان کی صداقت معلوم ہو بادشاہ نے کہا میرا ایک

امیر کسی کام کو گیا ہوا ہے سات روز ہوئے کہ اس کا بیٹا مر گیا اسکو تم زندہ کرو کیونکہ اس کے
باپ کو ابھی تک اسکے مرنے کی خبر نہیں ہوئی ہے ان دونوں نے کہا کہ ہم کو اسکی قبر بتاؤ بادشاہ
نے حکم دیا اور اسی وقت اس لڑکے کا تابوت وہیں دربار میں حاضر کیا گیا جسکی بدبو سے
لوگوں کے دماغ پریشان ہو گئے اور سب نے ناک بند کر لی شمعون نے بادشاہ سے
کہا اگر یہ دونوں شخص اپنے دعوے میں سچے ہوئے تو یہ کیا کیا جائے گا بادشاہ نے
کہا آپ کو اختیار ہے شمعون یہ سنکر خاموش ہو گئے اور یحییٰ و یہود اپنے کپڑے دھو کر دو رکعت
نماز پڑھ کے خداوند تعالیٰ سے دعا کی دعا کرتے ہی تابوت میں ایک جنبش پیدا ہوئی اور
وہ لڑکا سیدھا کھڑا ہو گیا اس واقعہ کے دیکھتے ہی بادشاہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا
شمعون نے کہا اے بادشاہ تم کیوں گھبراتے ہو بڑے بت کو بلاؤ وہ بھی ایک مردہ زندہ
کرے گا اور پھر تم ان دونوں سے مغلوب نہ ہو گے اور یہ کہکر چپ ہو گئے کہ اگر ان کے خدا نے
مردے کو زندہ کیا تو ہمارے خدا نے بھی زندہ کر دیا تم اپنے خدا کی عبادت کرتے ہو
ہم اپنے خدا کی عبادت کرتے ہیں بادشاہ نے شمعون کے کان میں کہا کہ یہ حال تو آپ
پر کھلا ہے کہ ہمارے بت نہ کچھ کھاتے ہیں اور بہرے گونگے اور اندھے ہیں انمیں یہ قدرت
کہاں کہ مردے کو زندہ کریں شمعون نے کہا اچھا تو اس شخص سے جو زندہ ہوا ہے
دریافت کرو کہ اس پر کیا گذری ہے بادشاہ نے اس کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے فلاں
مرنے کے بعد تجھ پر کیا گذری اس نے کہا کہ اے بادشاہ تمہارے واسطے خرابی ہے اور
یہ دونوں شخص سچے رسول ہیں تب بادشاہ نے شمعون سے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیے
شمعون نے کہا ابھی ایک اور بات باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہارے بیٹے کو جب کہ مرے ہوئے
سات سال کا زمانہ گذرا اسکو زندہ کراؤ اگر ان دونوں نے اسکو بھی زندہ کر دیا تو پھر
ہمارے واسطے ان کا دعوی تسلیم کرنے میں کوئی حجت باقی نہیں رہے گی اور بالضرور ان
کے دین میں داخل ہو کر بتوں کو توڑ ڈالیں گے چنانچہ اس بات پر تمام لوگوں کی رائے
قائم ہو گئی اور بادشاہ نے اس کے بھی تابوت حاضر کرنیکا حکم دیا یہ تابوت سنگ مرمر کا تھا
اسکو حاضر کیا گیا اور حضرت یحییٰ و یہود اپنی زبان سے اور حضرت شمعون نے دل سے دعا

اور خداوند تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس لڑکی کو خلعت حیات عنایت کیا سب تابوت
شق ہو گیا اور شہزادی کا مپتی ہوئی اُس کے اندر سے برآمد ہوئی کہتی تھی کہ اے کفار
تمہارے واسطے خرابی اور بلا ہی ہے اے بت پرستوں میں قدرت الٰہی کو جانتی ہوں بادشاہ
نے کہا اے لڑکی تو نے جو کچھ دیکھا ہے بیان کر اُس نے کہا میں جب بیان کروں گی کہ تم پہلے
تمام بتوں کو اکٹھا کر لوگے بادشاہ سبکو اکٹھا کر لیا لڑکی نے کہا اب ان سب کو اپنے ہاتھ سے
توڑ دو چنانچہ بادشاہ نے اور شمعون نے سبکو توڑ ڈالا پھر اس کے بعد یہ لڑکی حضرت شمعون
کے قدموں پر گری اور کہا اگرچہ یہ کفار آپ کو نہیں جانتے مگر میں آپ کو جانتی ہوں کہ آپ سچے
نبی ہیں اور یہ دونوں بھی سچے نبی ہیں یعنے یحییٰ اور یہودا پس جو تم پہ ایمان لائے گا و تمہاری
تصدیق کرے گا وہ عذاب سے محفوظ رہے گا اور پھر اس لڑکی نے اپنے باپ سے کہا کہ کہہ
لا الہ الا اللہ عیسےٰ رسول اللہ اور کہہ کہ دین اسلام حق ہے اور اس کے سوا تمام ادیان باطل
ہیں جو غیر خدا کی پرستش کرے گا جنت میں اُس کا کچھہ حصہ نہیں اور دوزخ میں اُس کا
ٹھکانا ہے اور میں عذاب کی کیفیت سے خوب واقف ہوں جس کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے
الغرض بادشاہ نے مع تمام لشکر و رعایا کے اسلام قبول کیا پھر وہ امیر بھی آیا جس کا بیٹا زندہ
ہوا تھا اور اُس نے اپنے بیٹے کے مرنے اور زندہ ہونے کا قصہ سنا وہ بھی مسلمان ہو گیا
پھر شمعون نے ان دونوں لڑکے اور لڑکی سے جو ابھی زندہ ہوئے تھے فرمایا کہ تم دونوں
زندہ رہنا چاہتے ہو یا اپنی اسی حالت کی طرف عود کرنا چاہتے ہو ان دونوں نے کہا کہ ہم صرف
یہی چاہتے ہیں کہ خدا ہمارا اسلام قبول کرے اور ہمارے والدین ہم سے راضی رہیں کیونکہ
عذاب کفر کے بعد ہم نے والدین کی نافرمانی سے زیادہ کسی گناہ کا عذاب نہیں دیکھا ہے
پس حضرت شمعون نے دعا کی اور وہ دونوں مثل سابق مردہ ہو گئے۔ مؤمنوں موت کے
آنے سے پہلے اسکی تیاری کرو موت کی سختی بیان سے باہر ہے اور والدین کے ساتھ بھلائی
میں کوتاہی نہ کرو اور ان کی نافرمانی سے بچو کیوں کہ جو شخص والدین کو ناراض کرے مرا و قبر
عذاب اٹھائے گناہوں سے پاک نہ ہو گا چاہے کتنی ہی توبہ کرے مگر جبتک اُس کے ماں
باپ اُس سے راضی نہ ہوں گے خدا و رسول بھی اُس سے راضی نہ ہوں گے اور نہ قیامت کے

رو اسکی شفاعت کیجئے۔

حکایت حضرت شیخ ہروی ایک بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے ایکروز اپنی خانقاہ میں
تشریف رکھتے تھے کہ ایک بڑھیا ہاتھ میں رقعہ لیئے ہوئے حاضر ہوئی وہ رقعہ شیخ کی خدمت
میں پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ آپکی عنایت سے چاہتی ہوں کہ آپ میرے نالائق فرزند
کی حالت درست ہونے کے واسطے خداوند تعالی سے دعا فرمائیں پیرشیخ نے اس مضمون
مطلب کو پڑھکر فرمایا کہ نہایت کمبخت ہے وہ اولاد جسکی حالت والدین کی دعا سے درست نہو اسکے
واسطے پیر کی دعا کی ضرورت پڑے کیونکہ جو بچہ والدین کی دعا سے درست نہوگا شیخ
کی دعا بھی اسکو درست نہ کرسکے گی اے بڑھیا تو جا اور رات کو نماز پڑھکے خدا سے
دعا مانگ کہ تیرے فرزند کو خدا نیک بنا دے بڑھیا رخصت ہوئی اور جس طرح
پیرشیخ نے فرمایا تھا بجا لائی مگر بیٹا اسکا فسق و فجور میں بڑھتا گیا تب لاچار بڑھیا پھر
شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی احوال بیان کیا اور عرض کیا کہ میں اپنے فرزند سے نہایت
محبت رکھتی ہوں اور ڈرتی ہوں کہ وہ اپنے فسق و فساد کے سبب سے قیامت کے روز
مجھسے جدا ہوکر دوزخی نہ ہوجائے پس آپ اسکو بلائیں اور نصیحت فرماکر ایسا طریقہ تعلیم
کریں کہ وہ عذاب آخرت سے نجات پاوے ورنہ میں اسیوقت اپنے تئیں ہلاک کروں گی جب اس
بڑھیا نے رو رو کر بار بار عرض کیا تب تو شیخ کو اس کی حالت پر رحم آیا اور وہ بھی
اس کے ساتھ رنجیدہ ہوکر آبدیدہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ اے بہن تم آج رات پھر
جانماز بچھا کر اللہ تعالی سے نماز پڑھکے دعا کرو میں بھی ایسا ہی کرونگا شاید
خداوند تعالی تمہارے بیٹے کو توبہ کی توفیق دے بڑھیا رخصت ہوئی اور رات کو
روکے مناجات کرنے لگی کہ یا اللہ میرے بیٹے کی حالت درست کر اور اسکو بدبخت نہ
بنا اور یہاں حضرت شیخ نے بھی دعا فرمائی اسوقت وہ شراب خواری میں مشغول تھا پیالے
میں سے اسکو آواز آئی کہ اے لعنتی اگر تو اپنی ماں کو راضی نکریگا تو کافر مریگا
جب یہ آواز اس نے سنی تو پیالہ ہاتھ سے پھینک دیا اور اسی نشہ کی حالت میں روتا ہوا
گھر آیا بڑھیا اپنے بیٹے کے رونے کی آواز سنکر کہنے لگی کہ اے فرزند تم

کیا ہوا بیٹا ماں کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا کہ اے ماں خدا کے واسطے میری خطا معاف کر بڑھیا نے رو کر بیٹے کو گلے سے لگایا بیٹا یا اللہ کہکر بیہوش ہوا اور صبح تک ہوش میں نہ آیا تو بڑھیا شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بیٹے کا حال بیان کیا شیخ نے فرمایا تو اپنے بیٹے کو کسی سواری پر لاد کر کعبہ شریف لیجا شاید کہ خانۂ خدا کی برکت سے تیرا بیٹا ہوش میں آجاوے اور اگر وہاں جانے سے بھی اُس کے ہوش و حواس درست نہوں تب اسکو کوہ لبنان پر لیجا وہاں ضرور اسکی حالت درست ہو جاویگی بڑھیا نے ایسا ہی کیا کہ جب کعبہ میں جا کر اس کے بیٹے کی حالت درست نہ ہوئی تو یہ اسکو لیکر کوہ لبنان پر پہونچی اور وہاں اُس نے دیکھا کہ چند شخص کھڑے ہوئے ہیں اور اُنکے آگے ایک جنازہ رکھا ہے بڑھیا نے اُنسے پوچھا کہ یہ جنازہ کس کا ہے اُنہوں نے کہا کہ یہ ہمارے شیخ کا جنازہ ہے جنکا انتقال ہو گیا اور اب ہم امام کے منتظر ہیں جو ہمکو اس جنازے کی نماز پڑھائیں اور ہم اُنکو اپنا شیخ بنالیں بڑھیا نے کہا وہ تمہارا امام کون ہے جسکے تم منتظر ہو اُنہوں نے کہا یہ تیرا بیٹا ہے تیری اور شیخ ہروی کی دعا سے اولیا کے درجے میں پہونچگیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت بڑھیا کا بیٹا ہوشیار ہوا اور وضو کر کے نماز جنازہ پڑھائی اور جس وقت اللہ اکبر کہا تو بڑھیا نے دیکھا کہ آواز اُن کی سنائی دیتی ہے مگر جسم دکھائی نہیں دیتے پھر جب یہ لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو لڑکے نے اپنی ماں سے مصافحہ کیا اور عرض کیا اے میری مادر محترمہ اب مجھکو رخصت دیجئے اور آپ تشریف لیجائیے اب میری آپ سے قیامت کے روز ملاقات ہوگی بڑھیا رو تی ہوئی دیوانوں کی طرح رہگئی اور یہ سب لوگ اسکی نظر سے غائب ہوئے اے مسلمانو دعا کرو کہ خداوند تعالیٰ مرنے کے وقت ہمارا ایمان اور اسلام محفوظ اور سلامت رکھے برحمتک یا ارحم الراحمین۔

سوال۔ اسمیں کیا حکمت ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ اور جسمیں بھید ہے تو اسمیں سرا ہے کے کیا معنے ہیں اور جب پوشیدہ گناہ ظاہر کر دئے جاوینگے تو پھر پردہ پوشی کہاں ہوئی اور فرمایا ہے میں ستار ہوں میں غفار ہوں پس اس صورت میں ستار کیونکر ہوا۔

جواب خداوند تعالیٰ ہرگز اپنے بندے کی وو رحیم بندے کے سامنے پردہ دری نہ کریگا

اور جس نے اوس کے فرمان یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ سے یہ سمجھا کہ اس نے غلط سمجھا کیونکہ اس آیت میں
ایک لطیف راز ہے جسکو میں ظاہر کرتا ہوں۔ معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ کا لوہے اور پتھر میں ایک راز
ہے اور وہ یہ کہ انہیں سے آگ نکلتی ہے عقل اس بات کو جانتی ہے کہ لوہے اور پتھر میں آگ ہے
مگر آنکھ اسکو نہیں دیکھتی پھر اگر انمیں یہ راز نہ ہوتا تو مسافر ان سے نفع نہ حاصل کر سکتے
دیکھو مسافر اپنے گٹھڑیوں میں سنگ چقماق رکھتے ہیں اور انکے کپڑے نہیں جلتے۔ کیونکہ
آگ اس سے ظاہر نہیں ہوتی اور صرف پتھر ہی سے یا آہنی سے یہ راز ظاہر نہیں ہوتا جب تک کہ لوہا
اس کے ساتھ شرکت نہیں کرتا جب غیر کی شرکت ہوتی ہے تب راز کھلتا ہے اگر اس پتھر کو
ہزار برس پانی میں ڈال رکھیں تب بھی یہ راز اس سے دور نہ ہو اور اگر وہ پتھر تنہا ہزار برس تک پڑا
رہے تو یہ راز اس کا منکشف نہ ہو مگر ہاں جسوقت اپنی غیر یعنی لوہے کے ساتھ ٹکر دیگا
اسیوقت یہ راز کھل جاویگا۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ کا ایک راز بنولے روئی کے تخم میں ہے یعنی جب
تمام کپڑے پیدا ہوتے ہیں مگر یہ راز ظاہر نہیں ہوتا جبتک تخم کو زمین میں نہ بوئیں اور پرورش
تیار کرکے دھنیے کے پاس نہ لیجائیں اور پھر اسکو جولاہا کپڑا نہ بنے اور درزی اسمیں سے کرتہ وغیرہ
تیار کرے۔ اسیطرح خداوند تعالیٰ کا ایک راز دودھ میں ہے یعنی مکھن اور گھی۔ اور یہ راز جبتک
ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ تم دودھ کو جوش کرکے جاگ دو اور پھر ایک کوزہ میں بھر کر
پوشیدہ جگہ رکھدو تاکہ اس کا دہی بن جائے اور اس میں سے گھی نکلے یہی حال مومنوں کا
ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انکے دلوں میں ایک پوشیدہ راز رکھا ہے اور اسیواسطے ان کو
حکم دیا ہے کہ رکوع اور سجود و قیام و قعود میں اپنے جسموں کو حرکت دیں تاکہ یہ راز انکے اندر
ظاہر ہو جب صور پھونکا جائے گا اور لوگ قبروں سے نکل نکل کر میدان قیامت میں اکٹھے
ہوں گے اسوقت مومنوں کے آگے اور دائیں طرف یہ راز نور کی صورت میں ظاہر ہو گا جیسا
کہ ثابت فرمایا ہے یَسْعٰی نُوْرُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ اُسوقت بندہ دعا کرے گا کہ
اے میرے پروردگار میرا نور تھوڑا ہے اسکو زیادہ کر جیسا نسبت فرمایا ہے رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا
نُوْرَنَا بندے کی مناجات سے یہ نور اور زیادہ ہوگا اور نور ایمان سے قصد زیادہ ہوگا
راز آفتاب اور ماہتاب کی روشنی پر غالب آجاوے گا اور اُسوقت وزن کرانیں سے سبکی

روشنی کی طرف ضرور رخ نہ رہیگی کیونکہ چاند اور سورج اور کل ستارے مومن کے روبرو
سامنے ماند پڑ جائینگے فرماتا ہے اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ ۔ اب پھر
خداوند تعالے نے فرمایا ہے اِقْرَاْ کِتَابَکَ تو اس سے شاید تم یہ سمجھو کہ تمہارے گناہ
بھید کھل جاوینگا نہیں بلکہ وہ تمہاری [illegible] پر [illegible] کریگا [illegible] میں تم کو اس کی خوشخبری سناتا ہوں
دوستوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی دوست کو خط لکھتے ہیں تو وہ دوست اگر خط پڑھ
سکتا ہے تو اس کا راز دوسرے پر ظاہر نہیں کرتا اور اگر نہیں پڑھ سکتا تو اس خط کو کسی اور کو
نہیں دکھاتا بلکہ دوست سے ملنے تک اپنے پاس رہنے دیتا ہے تاکہ دوست کا راز کسی پر
ظاہر نہو کہ محبت کی یہی شرط ہے اور خداوند تعالے نے اپنے کلام پاک میں اپنے مومن بندوں
کی نسبت فرمایا ہے یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ یعنی خدا ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ خدا سے محبت رکھتے
ہیں تو جب قیامت کا دن ہوگا اور ہر ایک شخص کو اس کا اعمال نامہ دیکر حکم کیا جائیگا کہ اپنا
اعمال نامہ پڑھ اور اپنی نیکی بدی پر نظر کر تاکہ تیرے کثرت سے گناہ دیکھکر دوسرے لوگ
تجھکو حقیر اور بدذات سمجھیں اور تیرے حق کو [illegible] گناہگاری کی خبر [illegible] وہ بیزار ہوکر [illegible]
[illegible] میں ستار ہوں عیبوں کا پوشیدہ کرنے والا غیب کا جاننے والا تیری پردہ دری
نہیں کرتا ۔

حکایت بیان کرتے ہیں کہ بغداد میں ایک بہت بڑے خطیب ایک روز نماز میں قرآن
پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہونچے فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ
اس کے معنوں میں فکر کرتے رہے اور نماز سے فارغ ہوکر غم اور حیرت میں [illegible] دعا کی
خداوندا اپنے کرم سے اپنے بندوں کو میدان قیامت میں پچاس ہزار برس کھڑے
رہنے کی مشقت میں مبتلا نہ کیجیو چونکہ دنیا میں انکی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہیں
ہے پس اسکا بھید مجھکو اور اس آیت کے اور اپنے اس کلام کے معنے مجھے سمجھا دے
تاکہ میں اس غم سے نجات پاؤں یہ دن جمعہ کا تھا خطیب صاحب دریا پر غسل
کرنے چلے راستہ میں یہ خیال آیا کہ گوشت دیتا چلوں تاکہ نماز کے وقت تک کھانا تیار
ہو جاوے پس یہ زنبیل لیکر بازار میں آئے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اپنا

قادر ہیں ہے کہ مومنوں کو ایک طرفۃ العین میں پل صراط پر سے گذار دے اور جنت میں داخل
فرما دے اور کسی کو اس کی خبر نہ ہو مومنوں ان سے پوچھیگا کہ تم نے احوال قیامت کو کیسا دیکھا
اور پل صراط کیونکر گذرے اور دوزخ سے کس طرح خلاصی پائی یہ جواب دینگے کیسی قیامت
اور کیسا پل اور کیسی دوزخ ہم نے اپنے رب کی پوشیدہ طاعت کی اور اس نے پوشیدہ ہی
ہمکو جنت میں داخل کیا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے
پوچھا کہ یا رسول اللہ جب قیامت کا دن ہوگا جو پچاس ہزار برس کا ہے اور لوگ حیران
اور پریشان ہونگے آنکھیں کھولے ہوئے کھڑے ہوں گے تو اس وقت آپکی امت کا کیا حال
ہوگا آپ نے فرمایا یہ میری امت کے واسطے نہیں ہے بلکہ میری امت قبر سے اٹھتے ہی سر سے
مٹی جھاڑ کر سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔ اے مومنوں سنو۔ پوری تحقیق سے اس
حکایت کا امکان بیان کرتا ہوں کیونکہ بہت سے چھوٹی عقل والے اسکو ناممکن سمجھتے ہیں اور اس
پر یقین نہیں لاتے کہ مومن ایک پلک مارنے میں اس مسافت کو کیونکر طے کریگا جسکو کافر پچاس
ہزار برس میں طے نہیں کر سکتے سب مومنو اس راز کی توضیح حضرت عزیز کے قصہ سے بیان
کرتا ہوں جو کہ قرآن میں مذکور ہے فرماتا ہے اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّهِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا
قصہ یہ ہے کہ حضرت عزیز اپنے گدھے پر سوار جا رہے تھے اور آپ کے ساتھ تر انجیر ایک زنبیل
میں اور شیرہ انگور ایک پیالہ میں تھا آپ ایک ویران اور اجاڑ شہر کے پاس سے گذرے اور
وہیں ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے واسطے ٹھیرے گدھے کو چرنے چھوڑ دیا اور انجیر اور
شیرہ انگور کھانے پینے کے واسطے پاس رکھ لیا اور تعجب کی نظر سے اس اجڑے ہوئے
شہر کو دیکھنے لگے۔ بوسیدہ اور شکستہ ہڈیاں خاک میں ملی ہوئی پڑی تھیں انکو دیکھکر خیال
کیا کہ کیونکر خداوند تعالی ان مردوں کو زندہ کرے گا پھر اسی وقت نیند نے ان پر غلبہ کیا اور
وہ سونے کے واسطے لیٹ رہے وہ وقت چاشت کا تھا کہ حکم الہی سے ان کی روح قبض کی
گئی اور سو برس تک اسی نیند یعنی موت کی حالت میں پڑے رہے پھر خداوند تعالے نے انکو
زندہ کیا اور پوچھا کہ کتنی دیر سوئے اونہوں نے دیکھا کہ سورج غروب کے قریب ہے اور ان کے
انجیر خراب نہیں ہوئے تو جواب دیا کہ ایک روز یا ایک روز سے بھی کم سویا ہوں کیونکہ یہ سمجھے تھے

کہیں یہ نشست کے وقت سویا تھا یہ انجیر جو ایک روز میں خراب ہو جاتے ہیں ہنوز متغیر نہیں ہوئے تب
خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم سو برس سے سوئے ہو دیکھو تمہارا کھانا اور پینا میری قدرت سے
خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھو کہ مرنے کے بعد اس کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں
میں اس کو کس طرح زندہ کرسکتا ہوں چنانچہ انہوں نے دیکھا کہ ہڈیوں کے ریزے ہوا میں
اڑ اڑ کر اکٹھے ہونے شروع ہوئے اور فوراً ہڈیوں کا ڈھانچہ قائم ہو گیا پھر اس پر گوشت چڑھا
رگ پٹھے کھال سب درست ہو گئی اور وہ گدھا اپنے سے سیدھا کھڑا ہو کر زبان سے بولنے لگا
جب حضرت عزیرؑ نے یہ موت اور زندگی کا راز دیکھا تو کہنے لگے کہ بیشک میں جانتا ہوں کہ خدا
ہر چیز پر قادر ہے اور خدا نے ان سے فرمایا کہ میں نے تم کو لوگوں کے واسطے علامت اور نمونہ قدرت
بنایا ہے۔ تاکہ اہل عقل اس بات میں غور و فکر کریں کہ مردہ کو زندہ کرنا اور امت محمدیہ
کو ایک پلک مارنے میں صراط پر سے گذارنا میری قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے اس سے یہ خوب
معلوم ہوا کہ جس خدا نے سو برس کا ایک دن حضرت عزیرؑ کو دکھا دیا کیا وہ اس بات پر قادر
نہیں ہے کہ ایک طرفۃ العین میں امت محمدیہ کو صراط پر سے گذار دے۔ بیشک قادر
ہے جس نے انجیر اور شیرۂ انگور کو خراب ہونے سے سو برس تک محفوظ رکھا تو کیا اس
بات پر قادر نہیں ہے کہ اپنے حبیب کی امت کو اہوال قیامت سے محفوظ رکھے اور ان
کو غبار تک نہ پہنچے۔

اصحاب کہف کے قصہ کو غور سے سنو تاکہ خدا کی قدرت زیادہ تر تم پر روشن ہو۔ قصہ
یہ ہے کہ اصحاب کہف تین سو نو برس غار میں سوتے رہے پھر جب بیدار ہوئے تو ایک
نے دوسرے سے پوچھا کہ کتنی دیر سوئے انہوں نے کہا کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔
تب خدا نے ان کے کتے کو گویائی دی اور اس نے کہا کہ تم تین سو نو برس سوئے ہو میں
یہ بات خوب جانتا ہوں کیونکہ میں اس طویل عرصہ میں ایک گھڑی بھی نہیں سویا ہوں ایک
ایک گھڑی دن اور مہینہ گن گن کر گذارا ہے انہوں نے کہا تیرے نہ سونے کا کیا سبب
تھا۔ اس نے کہا مجھ کو یہ اندیشہ تھا کہ میں سو رہوں اور تم مجھ کو چھوڑ کر چلے جاؤ پس
تمہاری جدائی کے خوف سے تین سو نو ۳۰۹ سال تک نہیں سویا کیونکہ تمہاری گھڑی گھڑی پہرہ کی

جدائی پر صبر نہیں کر سکتا تھا اے بوڑھے گنہگار اور اے جوان غافل پچاس برس بیتے تو
خدا کی محبت کا دعوے کرتا ہے حالانکہ درحقیقت تو اس کتے کی بھی برابر نہیں جو صرف
تین روز سے اصحاب کہف کے ساتھ ہو لیا تھا اور پھر انکی ایک گھڑی کی جدائی پر صبر نہ کر سکا
اور اسی خوف سے تین سو نو برس تک نہ سویا۔ تو جو خدا کی محبت کا دعوے کرتا ہے تو پھر
رات دن کیوں نیند اور غفلت میں پڑا رہتا ہے نہیں بلکہ وہ کتا مولا کا طالب تھا اور تو دنیا
کا طالب ہے کتا تو ... دروازہ پر جا ہاتھ پھیلا کر اور ان پر سر ٹیک کر بیٹھ گیا مطلب یہ کہ اے
خدا میں نے اپنی جان تیری راہ میں فدا کی اور اپنا سر تیرے آگے رکھ دیا ہے اے شخص تو
جو خدا کی محبت کا مدعی ہے تو پھر مسلمانوں کو کیوں ستاتا ہے اور ان کو کیوں تکلیف دیتا
ہے اور یتیم کا مال کیوں ہضم کرتا ہے اور لوگوں کے حقوق کیوں چھینتا ہے کیا تو
موت کے سکرات اور قبر کا عذاب اور قیامت کے احوال اور دوزخ کے عذاب کو بھول
گیا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے روز خداوند تعالیٰ کے حضور میں
دو شخص مسلمان پیش ہونگے جن میں ایک فرمانبردار اور ایک نافرمان ہوگا یہ دونوں ایک
ساتھ مرے ہونگے پس خدا کا حکم ہوگا کہ اے رضوان اس فرمانبردار کو جنت میں لیجاؤ
اور نافرمان کی نسبت فرشتگان عذاب کو حکم ہوگا کہ اسکو دوزخ میں لیجاؤ۔ چنانچہ اس پر
عذاب شروع ہوگا اور فرمانبردار کو جب جنت کی طرف لیکر چلیں گے تو یہ گنہگار اسکو جاتا
دیکھکر آواز دیگا کہ اے میرے دوست ملنے والے ساتھی مجھ پر رحم کر اور میری شفاعت
کر یہ بہشتی اس آواز کو سنیگا وہیں ٹھہر جائیگا۔ رضوان کہیگا کہ خدا کا شکر کرو
اور جنت میں چلو یہ کہیگا میں نہیں جاتا جبتک بھائی کو دوزخ میں سے ... رضوان کہیگا
مجھکو تو یہ حکم ہے کہ تم کو جنت میں لیجاؤں اور تمہاری خدمت کروں تو پھر دوزخ میں سے
لیجانے کا ... کہیگا کہ اچھا تو تمہاری خدمت چاہتے ہو تو یہیں بیٹھے رہو اس وقت رضوان کو
ندا ہوگی کہ اے رضوان میں اپنے بندے کا راز خوب جانتا ہوں اگر تم ... اس سے
دریافت کرو کیا مطلب ہے رضوان پوچھے گا کہ میاں تم کیوں نہیں جنت میں جاتے وہ کہے گا
یہ گنہگار جو دوزخ میں گیا ہے میرا دوست تھا اب میں اسکی شفاعت کا طالب ہوں تو میں

اسکو عذاب سے تو بچا نہیں سکتا مگر ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ دوزخ میں اسکے ساتھ چلا جاؤں اور عذاب
میں اسکے ساتھ رہوں تب خدا کی طرف سے منادی ندا کرے گا کہ اے میرے بندے جبکہ تو اسکی جان
پہچان کے سبب سے اسکا ساتھ دوزخ میں اختیار کرتا ہے تو مجھ میں ہی اسکو کیوں نہ بخش دوں کیونکہ
دنیا میں اس نے ستر برس تیری عبادت کی ہے سو اے فرشتو اسکو جنت میں لے جاؤ اور اے
جنتی تو نے جو اسکا ایک بار کہ وسنے پر رحم کیا اور تنہا جنت میں جانے سے راضی نہ ہوا تو میں
کیوں نہ مومنوں پر رحم کروں کیونکہ یہ تو بار ہا میرے خوف اور میری محبت سے روتے تھے اور
علما کی مجلس میں گریہ و زاری کرتے اور عمر بھر استغفار پڑھتے تھے اور میں نے فرمایا ہی کہ میرے بندوں
کو خبر دیدو کہ میں غفور و رحیم ہوں ۔ نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝

حکایت۔ ایک روز حضرت شیخ بایزید بسطامی اپنی خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے کہ آپکے
ایک مرید نے سوال کیا کہ حضرت میرے شیخ ہیں اور میں آپ کا مرید ہوں مجھ کو یہ بتلایئے کہ شیخ
کا مرید پر اور مرید کا شیخ کا مرید پر کیا حق ہے ۔ آپنے فرمایا تو نے بہت بڑا سوال کیا مگر میں اسکا
جواب دونگا لیکن پہلے یہ میرا خط سلطان محمود کے پاس لیجا سلطان محمود اسوقت نیشاپور میں
تھے جو شیخ کی خانقاہ سے ساٹھ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے مرید اسی وقت خط لیکر روانہ
ہوا اور راستہ کی پرواہ نہ کی بلکہ اپنے گھر بھی نہ گیا جب بعد طے منازل سلطان محمود کی خدمت
میں پہنچا شیخ کا خط ان کے ملاحظہ سے گذرا سلطان نے خط کو چوما اور آنکھوں سے لگایا مرید
کی بڑی خاطر کی یہاں تک کہ ایک کنیز ان کی خدمت کیواسطے مقرر کر دی اور اسکو کہدیا کہ جس
کھانے کی یہ فرمایش کریں ان کیواسطے تیار کر دینا چنانچہ کنیز نے ان سے دریافت کیا انہوں
نے کہا میرے واسطے حریرہ تیار کرو جس کے کھانے سے میری تھکان دور ہو کنیز آگ
جلانے میں مصروف ہوئی ادہر شیطان نے ان کی آتش شہوت کو بھڑکانا شروع کیا یہاں تک
کہ یہ دروازہ بندکر کے زنا کرنے پر آمادہ ہو گئے کہ اسی وقت دیوار شق ہوئی اور خواجہ بایزید
نے برآمد ہو کر ان کو دھمکایا اور کہا خبردار ایسا غافل نہ ہو جیسے کہ حضرت یوسف کو زلیخا سے
باز رکھنے کے واسطے حضرت یعقوب نے تنبیہ کی تھی الغرض مرید اس واقعہ کو دیکھکر کانپ
اٹھا اور کہنے لگا ۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا اور اسیوقت مکان سے باہر نکل کر سلطان کے پاس

پہونچا اور خط کا جواب لیکر سید صاحب حضرت شیخ کی خدمت میں آیا شیخ نے فرمایا کہ تیرے سوال کا جواب ہو گیا اُس نے عرض کیا کہ ہاں مل گیا مطلب یہ کہ مرید کو پیر کے حکم کی اطاعت لازم اور پیر کو مرید کی ہر ایک لغزش سے نگہداشت ضروری ہے۔

سوال - اس میں کیا حکمت ہے کہ خداوند تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے۔ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ - یعنی قسم ہے تیرے پروردگار کی کہ ہم اُن سب سے سوال کرینگے۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ - یعنے اس روز سوال کیا جائے گا نہ اُسکے گناہ سے کوئی انسان اور جن۔

جواب - معلوم ہو کہ اِن دونوں آیتوں میں کچھ تناقض نہیں ہے اور جو تناقض خیال کرے وہ جاہل ہے کیونکہ پہلی آیت میں تو خدا نے اپنی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اے محمد ہم جن اور اِنس سب سے سوال کرینگے اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز اُن کے جنی اور اِنسی گناہ سے سوال نہ کیا جائے گا۔ بلکہ جن و انس سے گناہوں کا سوال ہو گا پس دونوں آیتوں میں تناقض نہیں رہا۔ اور معلوم ہو کہ قیامت کے روز بہت سے مقامات ہونگے کسی مقام میں سوال ہو گا اور کسی میں نہ ہو گا پس ایک آیت سے پہلا اور دوسری سے دوسرا مقام مراد ہے۔ اور آیہ لَا يُسْأَلُ سے وہ گناہ مراد ہیں جنکو وہ بسبب ستاری کے نہ پوچھے گا اور آیت لَنَسْأَلَنَّهُمْ اُن لوگوں کے حق میں جنھوں نے توبہ نہیں کی ہے۔

سوال - اس میں کیا حکمت ہے کہ خداوند تعالیٰ تو فرماتا ہے وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا یعنے تم میں سے ہر ایک دوزخ پر وارد ہونے والا ہے اور حضور نے فرمایا ہے کہ مومن پلصراط پر سے مثل بجلی کے گذر جائینگے۔

جواب - معلوم ہو کہ قرآن و حدیث میں تناقض نہیں ہے کیونکہ ورود کے معنے عبور کے ہیں یعنے گذرنے کے نہ یہ کہ داخل ہونے کے کیونکہ حضرت موسیٰ کے قصہ میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ یعنے جب موسیٰ مدین کے کنوئیں پر سے۔ یہ مطلب نہیں ہے اُنھوں نے اندر [illegible] ہمارے حضور کی امت

دوزخ پر سے گزر جائیگی۔ نہ یہ کہ دوزخ کے اندر داخل ہوگی۔ اور معلوم ہو کہ جب
دُلہن کو دولہا کے ساتھہ رخصت کرتے ہیں تو پہلے اسکو نہلا دُھلا کر آراستہ کرتے
ہیں اسی طرح مؤمن کیواسطے قبر کی تکالیف اور منکر و نکیر کا سوال مثال مالش و
غسل ہے جسکے باعث سے یہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے کیونکہ بغیر گناہوں سے پاک
ہوئے جنت میں جانا ممکن نہیں۔ معلوم ہو کہ آگ میں دو باتیں ہیں۔ ایک روشنی اور
ایک سوزش مؤمنوں کے حصہ میں اسکی روشنی اور کافروں کے حصہ میں اسکی سوزش
ہے کیونکہ فرماتا ہے ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا یعنے پھر ہم خلاصی
دینگے دوزخ سے متقیوں کو اور چھوڑ دینگے ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا۔

حکایت پہلے زمانہ میں ایک عطار کی یہ عادت تھی کہ لوگوں کو مفت عطر بانٹا
کرتا تھا ایک روز خاکروب نے بھی اگر عطر کا سوال کیا عطار نے کہا کہ بھائی عطر کے
دینے میں مجھکو کچھ عذر نہیں مگر پہلے تم اپنا ہاتھ دھو کر صاف کر آؤ تا کہ عطر لینے کے
لائق ہو کیونکہ جب آدمی لائق ہوتا ہے تو آسانی سے چیز اسکو ملتی ہے۔ یہی حال خدا کی
رحمت کا تصور کرو کہ اگرچہ اسکی رحمت وسیع اور دروازہ اسکا کھلا ہوا ہے مگر اسکے بندے
گناہوں کے اندر آلودہ ہیں اسواسطے اس نے فرمایا ہے اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔
یعنے جب تک تم دوزخ پر سے نہ گذرو گے تمہارے جسم گناہوں سے پاک نہ ہونگے
اور جب پاک ہو جائیں گے اسوقت جنت کی نعمتیں تمہارے واسطے حلال ہونگی
تم اُن کو کھانا پینا کیونکہ اُن کو میں نے تمہارے ہی واسطے پیدا کیا ہے فرمایا ہے وَاُزْلِفَتِ
الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ الخ۔ یعنے آراستہ کی گئی ہے جنت متقیوں کیواسطے۔ آخر تک۔

سوال یہ بات معلوم ہے کہ قلب ایک نہایت شریف جوہر ہے اور تمام اعضا سے اشرف
ہے اور اسی سے کل اعضا کی درستی ہوتی ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جسم کے
اندر ایک گوشت کا ٹکڑہ ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام بدن درست ہوتا ہے اسکا نام
قلب ہے۔ قلب مصدر ہے تقلب کا اور اسکے معنی انقلاب اور تقلب کے ہیں یعنے
ایک صفت پر ثابت نہیں رہتا پس اس شریف جوہر کا نام قلب رکھنے میں کیا حکمت ہے

۵۹ پوچھنا سوال یہ ہی کہ خدا کی مخلوق میں قدرت سے زیادہ شرف یا فضل کوئی دوسری چیز
نہیں اور یہی وہ ربانی چیز ہے جسکے اندر ربانی موتی رہتے ہیں اور نظر ربانی اسکی حفاظت کرتی ہے
یہی منظر اعلیٰ ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ اسکی طرف ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ نظر کرتا ہے قلب ایک
چیز نہیں بلکہ وہ بہت سے معانی سے مرکب ہے چنانچہ کبھی تو اسکا نام علم ہوتا ہے اور کبھی
بصارت اور کبھی یہ سینہ کے اندر داخل ہوتا ہے اور کبھی گوشت اسکا نام رکھا جاتا ہے اور
کبھی مٹی اور کبھی یہ اغیار یعنے ماسوائے اللہ کو ترک کرتا ہے اور زہد اسکا نام ہوتا ہے اور کبھی
شوق کی آگ اپنے اندر بھڑکتی ہے اور عشق کہا جاتا ہے اور کبھی کونین کو ترک کرکے فقد کے
نام سے پکارا جاتا ہے کبھی یہ حیران ہوتا ہے اور جنون اسکو کہتے ہیں اور کبھی یہ عرش سے اوپر اور کبھی
زمین کے نیچے پہونچتا ہے یہاں تک کہ عرش باوجود اپنی عظمت اور کرسی باوجود اپنی رفعت اور
زمین باوجود اپنی بساطت کے قلب کے حال سے عاجز ہیں تو پھر ایسی چیز کا نام قلب کہنے
میں کیا حکمت ہے۔

جواب۔ معلوم ہو کہ قلب کا نام قلب اسکے تقلب احوال کی وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ
کبھی یہ بلند ہوجاتا ہے اور کبھی پست جنت بھی اسکی زینت کو نہیں پہونچتی اور نہ روحانی اسکی قدر
کو پہونچ سکتے ہیں اور کبھی یہ مثل کوہ قاف کے عظیم ہوجاتا ہے اور کبھی ذرہ کی برابر حقیر
ہوجاتا ہے کبھی ہوا میں اڑتا ہے اور طیور ارواح کا شکار کرتا ہے اور کبھی مکھی بنجاتا ہے [illegible]
پر گرتا ہے پس اسیواسطے اسکا نام قلب ہے اور معلوم ہو کہ یہ تقلب اسکا ذاتی نہیں ہے
بلکہ مقلب اسکو جسطرح چاہتا ہے الٹ پلٹ کرتا ہے اور اسیواسطے حضور علیہ السلام نے دعا کی
ہے یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک یعنے اے دلوں کے پھیرنے والے میرا
دل اپنے دین پر ثابت رکھ۔ اور معلوم ہو کہ بندے کے قلب کے دو منہ ہیں جنمیں سے ایک کا
نام طبیعت اور دوسرے کا نام حقیقت ہے طبیعت کا منہ ہمیشہ دنیا کی طرف [illegible]
[illegible] ہمیشہ ثابت اور مرکز پر قائم رہتا ہے چنانچہ زندگی طبیعت کے دوران ہی [illegible]
[illegible] ثابت ہے طبیعت کے منہ سے دو اثر مخلوط پیدا ہوتے ہیں [illegible]

جو نقطۂ مرکز کی حفاظت کرتا ہے اور جب تک حقیقت کا سر دم کی ایک نقطہ پر ثابت نہیں ہوتا دائرہ
کے خطوط طبیعت کے سر سے حاصل نہیں ہو سکتے اور اسی طرح جب طبیعت کا سر دوائر اور
متحرک نہیں ہوتا خطوط کے نقش حاصل نہیں ہوتے ہیں اور نہ دوائر کے آثار پیدا ہوتے ہیں
دو واسطے ضرور ہے کہ ان میں سے ایک ثابت اور دوسرا متحرک ہو تاکہ حکم پیدا ہو سکے اور جب
تک حقیقت کا سر ثابت ہوگا تو ممکن نہیں ہے کہ طبیعت کا سر دائرہ سے باہر نکل سکے اسی
طرح مومن کے اندر جب حقیقت کا سر ثابت ہے تو طبیعت کے سر کا دوران اسکو دائرہ
اسلام سے باہر نہیں کر سکتا ہے مطلب یہ کہ مومن صغیرہ یا کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے
دائرۂ اسلام سے باہر نہیں ہوتا جب تک کہ اسلام اور ایمان ثابت ہے۔ اور جب خدا تعالے
نے چاہا کہ اپنے بندوں پر اپنا فضل و کرم ظاہر کرے تو اس نے فرمایا اپنے دل کا نام
خوب کہا کیونکہ وہ چاہتا ایسا کرے کہ اپنے بندوں کی تھوڑی چیز بھی قبول فرما لیتا ہے۔
اور ہم اسکے متعلق ایک حکایت بیان کرتے ہیں گزشتہ زمانہ میں ایک بقال تھا اسکی
یہ عادت تھی کہ رات کے وقت دوکان کھولتا اور کسی گاہک کا کھوٹا روپیہ پیسہ واپس
نہ کرتا آخر یہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی سب کھوٹے روپے پیسے اسی کو دے جاتے
تھے اور یہ سب کو جمع کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ جب اسکا آخری وقت ہوا تو اس نے
ان سب کھوٹے روپیوں اور پیسوں کو اپنے پاس رکھ کر مناجات کی کہ خداوندا میں
نے تیرے بندوں سے کھوٹے دام واپس نہیں کیے پس تو بھی میرے کھوٹے اعمال میرے
منھ پر نہ مارئیو تو غنی ہے اور تو غنی ہے ندا آئی کہ اے میرے بندے غم نہ کر کہ تو
ہمت دل سے ہے۔

اشارہ۔ گویا خدا نے قرآن میں فرماتا ہے کہ اے مومن میرے پیغمبر نے ... [illegible] دام
واپس نہیں کیے ان ... [illegible] اسکو اپنے عیب ... [illegible] اور
... [illegible] ہوں ... واسطے رکھا ہے کہ تیرے عیوب ... تجھ کو قبول کروں کیونکہ
کریم کا یہ کام نہیں کہ خریدی ہوئی چیزوں کو واپس کر دے پس تو خوش ہو کہ میرے
... [illegible]

کہ دیگر اعضا یعنے ہاتھ پیر وغیرہ بمنزلہ میمنہ و میسرہ لشکر کے ہیں اور دل بمنزلہ قلب کے ہے جو بادشاہ
کی جگہ ہوتی ہے اور میمنہ و میسرہ کی شکست سے جنگ میں زیادہ نقصان نہیں ہوتا جب تک
کہ قلب کو صدمہ نہ پہونچے اسی طرح شیاطین جب ہاتھ پیر وغیرہ پر ہجوم کرتے ہیں تو چنداں
حرج نہیں ہوتا جب تک کہ قلب علم و معرفت پر ثابت رہتا ہے ہاں جس وقت اسپر فتور
واقع ہوتا ہے اسوقت پوری خرابی ہوتی ہے پس بندوں کو لازم ہے کہ دل کا نام قلب رکھے
جانے پر خدا تعالےٰ کا شکر بجا لائیں۔

سوال۔ اگر یہ پوچھیں کہ عشق کیا ہے اور عاشق کون ہے کیونکہ عشق مجانست کو چاہتا ہے پھر خداوند
تعالیٰ پر عشق کا اطلاق کیسے ممکن ہے۔

جواب۔ معلوم ہو کہ عشق کے راز کا ظاہر کرنا ممکن نہیں اور جو اس بات کا دعوےٰ کرے
وہ جھوٹا ہے اور وہ عشق کو بالکل نہیں جانتا عشق بغیر دھوئیں کی ایک آگ ہے اور
بغیر شعلہ کا چراغ اور بغیر کنجی کا قفل اور بغیر دوا کی بیماری اور بغیر پیالہ کی شراب اور
بغیر منزل کا سفر ہے اور عشق ہی شوق اور اشراق اور احراق و اغراق ہے اور عشق
ہی حال و قال ہے اور ہر شئے عشق کا رنگ پکڑتی ہے مگر عشق کسی چیز کا رنگ نہیں پکڑتا
جو شخص مال اور حال اور حیات کی قید میں ہے اسکو عشق کی خبر نہیں ہے لفظ عشق کا مشتق
عشقہ سے ہے جو ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے وہ جس درخت پر چڑھتی ہے اسکی تمام
رطوبت کو چوس کر خشک کر دیتی ہے اور تری باقی نہیں چھوڑتی اسواسطے باغ والے اپنے
درختوں کی اس گھاس سے بہت حفاظت رکھتے ہیں جہاں اسکو دیکھتے ہیں کاٹ کر پھینک
دیتے ہیں اور جانور اسکو کھا کر لید کرتے ہیں اور اس لید کو لوگ جلا کر راکھ اسکی کوڑی پر پھینکتے
ہیں تو پھر اس سے یہ گھاس پیدا ہو جاتی اور درختوں پر لپٹ جاتی ہے اب دیکھو کہ اتنے تغیر و تبدل
اور کٹنے اور جلنے کے بعد بھی یہ اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے یہی حال عشق کا ہے کہ
جب یہ کسی شخص کو لگ جاتا ہے تو پھر اس سے جدا نہیں ہوتا عین جوانی میں اسکے چہرے
کا نور کھو دیتا ہے تمام خواہشیں اور لذتیں اسکے دل سے دور کرکے اسکے مزاج کو متغیر
اور اسکی نسل کو منقطع کر دیتا ہے عشق آتش فنا اور ہلاکت کا ایک پیالہ ہے جو اسکو پیتا ہے زندہ

اور مبہوت رہجاتا ہے اور وجود اسکا بالکل معدوم ہوتا ہے جب تک معشوق سے نہیں ملتا چین نہیں آتا یہی عشق مومن کو اپنے رب سے ہوتا ہے اور یہ عشق اس سے جدا نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مطلوب سے نہ ملے اور اسی کے متعلق فرمایا ہے وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ۔

سوال۔ حضور علیہ السلام کے اِس فرمان میں کیا حکمت ہے کہ جسقدر مجھ کو ایذا دی گئی کسی نبی کو نہیں دی گئی گویا کہ یہ شکایت ہے اور انبیا کو شکایت کرنا جائز نہیں تو پھر اس میں کیا بھید ہے۔

جواب۔ معلوم ہو کہ یہ الفاظ مشکوک ہیں حضور سے ان کا صادر ہونا ثابت نہیں کیونکہ یہ حدیث کتب صحاح میں مروی نہیں ہے اور معلوم ہے کہ آدم علیہ السلام دو سو برس تک روئے ہیں اور ہمارے حضورؐ کی عمر شریف جو ۶۳ سال کی بھی نہیں ہوئی رونا تو کیسا پھر آپکی اذیت آدم علیہ السلام سے کیسے بڑھ سکتی ہے اور نوح علیہ السلام کو ان کی امت نے ساڑھے نو سو برس گالیاں دیں اور سخت و سست کہا اور حضرت ابراہیم کو نمرود نے آگ میں ڈالا اور حضرت زکریا کو کافروں نے آرے سے چیرا اور حضرت جرجیس کو ستر بار قتل کیا حالانکہ ہمارے حضور کو کبھی ایسی مصیبت نہیں پہونچی پھر کسطرح یہ الفاظ حضور سے صحیح ہو سکتے ہیں۔ البتہ معنے ان کے اسطرح صحیح ہو سکتے ہیں کہ حضور نے فرمایا ہے۔ کہ مومن ایک جان ہیں مثل ایک جسم کے یعنے جب جسم کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو اسکا صدمہ تمام بدن پر ہوتا ہے اسی طرح ایک مومن کی تکلیف گویا تمام مومنوں کی تکلیف ہے اور ایک نبی کو جو اذیت پہونچی تو گویا کل انبیا کو پہونچی کیونکہ تمام انبیا آپس میں بھائی ہیں اسطرح اس حدیث کے معنے صحیح ہو جاتے ہیں مگر حقیقتاً صحیح نہیں ہوتی کیونکہ ہمارے حضور کو صرف اسیقدر اذیت پہونچی ہے کہ کفار نے آپ کے دندانِ مبارک شہید کیئے اور منافقین نے آپکو برا بھلا کہا اور آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ مومن مثل نفس واحد کے ہیں یہ نصیحتاً فرمایا ہے یعنے ان سب کے دل ایک صفت کے ہونے چاہئیں۔

سوال۔ خداوند تعالٰے قرآن شریف میں ایک جگہ یہ فرماتا ہے۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اور دوسری جگہ فرماتا ہے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ۔ اور تیسری جگہ فرماتا ہے رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ تو اسکے اندر کیا حکمت ہے۔

جواب۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ کے معنے تو معلوم ہیں یعنے پروردگار ہے مشرق و مغرب کا۔ اور دوسری آیت کے یہ معنے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السّلام نے نمرود سے مناظرہ کیا اور فرمایا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو نمرود نے کہا کہ یہ تو میں بھی کرسکتا ہوں اور پھر اس نے ایک شخص واجب القتل کو قید سے رہا کر دیا اور کہا دیکھو اسکو میں نے موت سے بچا دیا تو گویا زندہ ہی کر دیا اور پھر ایک بے گناہ کو قتل کرا کے کہا کہ دیکھو اسکو میں نے مار دیا تب حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میرا پروردگار سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اگر خدا ہے تو اسکو مغرب سے نکال نمرود نے کہا تم ہی اسکو مغرب سے نکالو تو حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی اور سورج مغرب سے طلوع ہو کر مشرق میں غروب ہوا تو یہ دو مشرق اور دو مغرب ہو گئے جنکی نسبت فرمایا ہے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ اور یہ جو فرمایا ہے رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ اس کا مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ سورج کو سال کے تین سو ساٹھ دنوں میں سے ہر دن ایک نئے مقام سے طلوع کرتا ہے اور نئے مقام میں غروب کرتا ہے اور اسی سبب سے فرمایا ہے۔ رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ۔

سوال۔ ایک دفعہ حضور علیہ السّلام اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف رکھتے تھے کہ آپ نے فرمایا جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہو اسکو چاہیے کہ اپنے گھر میں کوئی چیز کل کے واسطے نہ رکھے سب اصحاب نے اس فرمان کی تعمیل کی سوا حضرت عمرؓ کے کہ انہوں نے اپنے گھر کو طرح طرح کی نعمتوں سے بھر رکھا تھا پس اس میں کیا حکمت ہے۔

جواب۔ معلوم ہو کہ اسمیں یہ بھید ہے کہ حضور نے حضرت عمرؓ سے پوچھا تھا کہ اے عمر تم نے مال کیوں جمع کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے شیطان کو غمزدہ کرنے کے واسطے جمع کیا ہے کیونکہ وہ مومنوں کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ کرو اور وہ کرو تاکہ تمہارا مال بڑھے اور جب مومن ایسا کرتے ہیں تو اُن سے خدا کی نافرمانی ہوتی ہے۔ یا رسول اللہ میں نے اسواسطے مال جمع کیا ہے کہ شیطان میرے دل میں وسوسہ نہ ڈالے۔

سوال۔ اسمیں کیا حکمت ہے کہ خداوند تعالے فرماتا ہے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا یعنے پلاوے گا اُن کو اُن کا پروردگار شراب طہور۔ یعنے اہل جنت اسوقت تک جنت میں